(اردو زبان و ادب کی ترقی و ترویج میں علمائے کرام کا حصہ)

سمینار نمبر

اذکار (۲)

کرناٹک اردو اکادمی، بنگلور

(اردو زبان وادب کی ترقی وترویج میں علمائے کرام کا حصہ)

سمینار نمبر

اذکار (۲)

کرناٹک اردو اکادمی، بنگلور

کرناٹک اردو اکادمی ©

نام	:	اذکار (۲)
مدیر اعلیٰ	:	وہاب عندلیب
مدیر	:	ملنسار اطہر احمد
معاون مدیر	:	صلاح الدین کشور
اشاعت	:	جولائی ۲۰۰۳
قیمت	:	۲۰ روپے
صفحات	:	۱۰۲
تعداد	:	۱۰۰۰
کمپوزرس	:	محمد متین الدین ندوی، مسعود احمد قاسمی
مطبع	:	اسپان پرنٹ، بنگلور
ناشر	:	خلیل احمد

رجسٹرار، کرناٹک اردو اکادمی

کنڑا بھون، جے سی روڈ بنگلور-2

ترتیب

حمد

ترا حجاب بھی کیسا حجاب ہے یارب
نقاب ڈال کے تو بے نقاب ہے یارب
زبانِ حال تلاوت میں ہوگئی مصروف
بیاضِ خلق جو تیری کتاب ہے یارب
ہیں میرے لب پہ سدا تیری حمد کے نغمے
رگِ حیات جو تارِ رباب ہے یارب
مثال ہے تو فقط فہم نارسا کے لیے
تو بے مثال ہے تو لاجواب ہے یارب
ترا خیال ہے جامؔی کے ذہن کی جنت
ترے بغیر یہ ہستی عذاب ہے یارب

عارفؔ متین

نعت شریف

حقیقتوں سے بھرا اک نصاب لائے ہیں
حضورؐ سب کے لیے اک کتاب لائے ہیں
اندھیرے چھٹ گئے دنیا میں انؐ کی آمد سے
ہدایتوں کے وہ صد آفتاب لائے ہیں
ہے دین ان پہ مکمل کہ وہ ہیں ختم رُسل
ہر اک سوال کا جامع جواب لائے ہیں
ہوا ہے تذکرہ جب بھی رسولِ اکرمؐ کا
فرشتے خلد سے مشک و گلاب لائے ہیں
وہ جس کے آنے سے پھوٹی نئی کرن عارف
وہ صبح جیسا حسیں انقلاب لائے ہیں

مدیر کے قلم سے

اداریہ

ملک کی دیگر اردو اکادمیوں کی طرح کرناٹک اردو اکادمی بھی مختلف موضوعات پر سمیناروں کا اہتمام کرتی رہتی ہے۔

اردو کی ترقی و ترویج کے ضمن میں علمائے کرام کی روشن اور قابل قدر خدمات کا اعتراف اور انھیں خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے گذشتہ سال اکادمی کی جانب سے شہر میسور میں 18 اگست کو ایک سمینار کا انعقاد عمل میں آیا تھا۔ ظاہر ہے کہ یک روزہ سمینار میں تمام صاحب فکر، معروف اور ممتاز علمائے کرام کی خدمات کا جائزہ ممکن نہ تھا۔ اس سمینار میں صرف چھ علمائے کرام کی خدمات کے بارے میں مقالے پڑھے گئے جو ''اذکار'' کے دوسرے شمارے میں شریک ہیں۔ ان مقالوں کو پڑھ کر فوری طور پر یہ محسوس ہوتا ہے کہ سب ہی مقالہ نگار سمینار کے موضوع کی قابل احترام شخصیات کی عظمت سے متاثر ہیں۔ کم وبیش سبھی مقالوں میں زیادہ اور طویل اقتباسات شامل ہیں۔

مولانا مودودی، مولانا علی میاں ندوی اور مولانا احمد رضا سے متعلق طویل اور مبسوط مقالوں کے مطالعے سے مذکورہ علمائے کرام کی خدمات کی واضح تصویر ابھرتی ہے۔ بقیہ تین مقالے سمینار کی ضرورتوں اور تقاضوں کو ذہن میں رکھ کر لکھے گئے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالاحد نے اپنے مقالے میں ادب اور ادیب کے حوالے سے جو باتیں کہی ہیں ان سے اختلاف ممکن ہے۔

امید ہے کہ ''اذکار'' کا یہ شمارہ آپ کو پسند آئے گا۔

ملنسار اطہر احمد

شاہ قادری سید مصطفیٰ رفاعی جیلانی

اردو زبان وادب کی ترقی وترویج میں
حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کا حصّہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اور دیگر کروڑوں مخلوقات کو پیدا کیا اور تمام خلائق پر انسان کو اشرفیت عطا کی۔ انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کی ایک وجہ اس کا ''لسان وبیان'' ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام تا ایں دم، انسان نے نہ معلوم کتنی زبانیں بولی ہیں۔ آج بھی کئی ہزار زبانیں عالم انسانی میں رائج ہیں۔ قرآن مجید کے اعلان "واختلاف السنتکم" کے مطابق زبانوں کی اقسام، آیات اللہ ہیں، لہٰذا زبانوں کو سیکھنا، ان پر عبور حاصل کرنا، اور ترویج وترقی، نشر واشاعت میں حصہ لینا، منشاء الٰہی کی تعبیر، محمود عمل ہے، نہ کہ فعل عبث ولایعنی مشغلہ، چنانچہ ہر دور میں اہل علم وقلم، ارباب دانش وادب نے زبانوں کی ترویج وترقی میں خوب سے خوب تر حصہ لیا ہے۔ انسان کی ابتدائے آفرینش سے حضرت معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک تمام ادوار، زبان وادب کے ''ترقی پذیر'' ادوار تھے دور حاضر کو نزول قرآن نے ''ترقی یافتہ'' بنادیا آج زبان وادب کی جتنی وسعتیں اور ترقیاں بام عروج پر ہیں، وہ حضرت جوامع الکلم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے۔ خیرِ قرون سے آج تک

مفسرین، محدثین، مؤرخین، مصنفین غرض کہ تمام علما، وادبا، خطبا، وشعرا نے مختلف زبانوں بالخصوص عربی وفارسی اور اردو کی ترویج وترقی میں بھرپور حصہ لیا، لاکھوں لاکھ نثری مؤلفات اور شعری مجموعات اس کا بین ثبوت ہیں۔

اردوزبان گرچہ ہندوستان کی گنگا جمنی فضاؤں میں منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہوئی ہے لیکن سینکڑوں علماء وادباء اور شعراء کی کاوشات نے اس کو بین الاقوامی زبانوں کا ہم صف بنا دیا ہے۔ آج اردوزبان ایسے موقف پر ہے کہ صرف ترقیات ہی ترقیات اس کا مقدر ہے اس کے رخ زیبا کی چمک دمک کو ماند کرنے اور اس کے روشن چہرے کی ضیاء کو دھندلانے کے لیے چاہے جتنی منفی سازشیں رچائی جائیں بلکہ عملاً کارروائیاں روبہ عمل لائی جائیں، اس کی عالمگیر سطوت وشہرت کے سامنے ہیچ ثابت ہوں گی بلکہ اس کی عمومیت ومقبولیت میں مزید اضافہ کا باعث بنیں گی۔

حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ ان مشہور ومعروف اہل علم وادب ہستیوں میں سے ہیں، جنھوں نے اردو کی ترویج وترقی میں خوب سے خوب تر حصہ لیا۔ آپ کے دور میں سینکڑوں علماء وادباء اور شعراء جیسے علامہ شبلی نعمانیؒ، ڈاکٹر محمد اقبالؒ، عبدالماجد دریابادی، الطاف حسین حالی، اکبر الہ بادی وغیرہ نے اردو زبان کو فصاحت وبلاغت اور نزاکت ولطافت کے اعتبار سے بام عروج پر فائز کیا، اردو ادب کے ان اکابر محسنین میں حضرت علامہ ندویؒ کا نام نامی اسم گرامی، دارالمصنفین اعظم گڑھ اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، کی بیش بہا ادبی خدمات کی وجہ سے بہت نمایاں وممتاز نظر آتا ہے۔ ایک فرد چاہے وہ بڑا مصنف ہی ہو اور شاعر وادیب بھی، اس کی کاوشات ایک ادارے کی مساعی کے مقابل محدود ہوتی ہیں۔ دارالمصنفین اور دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اردو کی ترویج وترقی میں جو کردار ادا کیا ہے وہ دسیوں بیسیوں بلکہ سینکڑوں افراد کی حصہ داریوں پر محیط ہے۔ حضرت علامہ ندویؒ نے اس

دور فتن ومحن میں دارالمصنفین اعظم گڑھ کو اردو زبان وادب کی نشر واشاعت میں جس طرح فعال بنائے رکھا وہ عظیم الشان کارنامہ ہے اور پھر ندوۃ العلماء لکھنؤ کے دارالعلوم سے انہوں نے ان ناسازگار حالات میں اردو کی ترویج وترقی میں جو خدمت انجام دی ہے وہ سونے پہ سہاگہ ہے- اس دور میں سینکڑوں نامور مصنفین ادبا وشعرا ان دونوں تعلیمی علمی مراکز سے فیضیاب ہوکر، عالم کو سیراب کرتے تھے، (آج تک یہ سلسلہ جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا) حضرت علامہ ندویؒ ان دونوں مراکز کی فقط نگہداشت ہی فرما لیتے جہاں سے تربیت پاکر علما، ودانشوراں، اردو زبان کی روشنی کو عالمگیر بنا رہے تھے- اور خود کچھ بھی نہ لکھتے، تب بھی اردو زبان وادب کی ترقی وترویج میں آپ کا نام ممتاز رہتا مگر اپنی گونا گوں مصروفیات اور مشاغل کثیرہ کے باوجود بنفس نفیس اپنے مضامین ومقالات، تصنیفات و خطبات کے ذریعہ اردو زبان کو انہوں نے مالا مال کردیا- فقیر یہ لکھنے میں حق بجانب ہے کہ حضرت علامہ ندویؒ کی کوئی بھی تحریر نہ ہوتی تب بھی ان کی تصنیف، سیرۃ النبیؐ سب کا کفایہ ہو جاتی- ضخیم کتاب سیرۃ النبیؐ کے ذریعہ اردو کی ترویج، جس درجہ ہوئی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے- اللہ تعالیٰ نے حضرت علامہ ندویؒ کی اس مبارک تصنیف کو بڑی شہرت ومقبولیت عطا فرمائی، عالم ودانشور ہر خاص وعام اس کتاب مستطاب سے مستفید ہوئے، اس گرانقدر کتاب سے جو فوائد ہوئے سو وہ ہوئے، ساتھ ساتھ اردو زبان کی اشاعت وعمومیت بھی، اس کا ایک فیض عام ہے، بلاشبہ سیرۃ النبیؐ اردو ادب کا شاہکار ہے، اردو زبان کی خوبیوں اور لطافتوں کا آئینہ ہے، زبان کی تعبیرات میں اردو کا مزاج ومذاق، اس کا جلال وجمال، اس کا نشیب وفراز، اس کا سلوک وعروج، اس کا مدوجزر، اس کی فصاحت وبلاغت، اس کی مزاحت وسلاست کیا ہے، اس کو جاننے سمجھنے کے لیے حضرت علامہ ندویؒ کی سیرۃ النبیؐ واحد تصنیف کافی ہے-

حضرت علامہ ندویؒ ان خوش نصیب علما میں سے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے زبان اور قلم دونوں پر بیک وقت عبور و ملکہ عطا فرمایا تھا- آپ کی قلمی کاوشات میں سیرۃ النبیؐ کا نام سر فہرست ہے اور تقریر و خطابت میں ''خطبات مدراس'' کا نام بھی سرفہرست ہے، عجیب کراماتی اتفاق ہے کہ آپ کی قلمی تصنیفات میں سیرۃ النبیؐ کو اور آپ کی خطابی کاوشات میں خطبات مدراس کو امتیازی مقام ملا- یہ دونوں ایک ہی نورانی موضوع سے متعلق ہیں- حضرت علامہ ندویؒ نے شہر مدراس میں چند خطبات پیش کیے، عصری اسلوب و نہج پر، معقولاتی و کلامی نقطۂ نظر سے، سائنٹیفک انداز میں سیرت طیبہ کو اردو زبان میں پیش کر کے، اردو زبان کی وسعت بیانی پر حضرت علامہؒ نے مہر لگا دیا- تقریر و خطاب اور بیان کے جتنے طور وطرز اور انداز و اسلوب ہو سکتے ہیں حضرت علامہؒ نے اپنے ان خطبات میں ان سب کا استعمال واحاطہ کیا ہے، بلاشبہ حضرت علامہ ندویؒ نے بحیثیت محقق و مصنف، مورخ و سیرت نویس، مضمون نگار و انشا پرداز اور شاعر و ادیب اردو زبان و ادب کی ترویج و ترقی میں ممتاز حصہ لیا ہے اردو داں طبقہ ان کے احسانات کا ہمیشہ مرہون منت رہے گا-

اردو زبان و ادب کی ترقی و ترویج میں جن علماء، ادبا اور شعراء نے حصہ لیا ہے وہ اردو داں طبقہ کے لیے اسوہ ہیں اور آج جو بھی اس میں حصہ لے رہے ہیں وہ بھی ہمارے لیے اور آنے والی نسلوں کے لیے سرمایہ افتخار ہیں- کئی زبانوں سے بالخصوص عربی و فارسی سے مستفاد اس شیریں و سہل زباں کی، جو آج بین الاقوامی زبانوں میں اپنا ایک خاص مقام و امتیاز کی حامل ہے، نہ صرف حفاظت بلکہ اس کی خوب ترقی و ترویج میں حصہ لینا، ہم سے ہر فرد کا اخلاقی فریضہ ہے- اس عظیم الشان زبان کو بنانے اور اس کی تعبیرات کو سنوارنے اور اس کو ایک عالمگیر ترقی یافتہ زندہ زبان کا درجہ دلانے کے لیے سینکڑوں ہزاروں خاص الخاص خواص نے شب و روز عرق ریزی کی ہے اگر اردو داں طبقہ نے اس کی مزید وسعت و اشاعت میں حصہ

نہیں لیا تو یہ کفران نعمت ہے- کرناٹک اردو اکادمی بنگلور کا یہ سمینار اردو زبان وادب کی ترقی وترویج کا ہی ایک حصہ ہے، یہ رفاعی فقیر اس اکادمی کے چیرمین واراکین اور سمینار کے منتظمین کو اس اقدام پر مبارکباد پیش کرتا ہے-

یہ فقیر حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کی اردو زبان وادب کی ترقی وترویج میں حصہ داری پر اپنے اس تاثراتی مختصر مقالہ کو سیرۃ النبیؐ کے جو حضرت علامہ کی اہم معرکۃ الآراء تصنیف ہے، ایک اقتباس پر ختم کرتا ہے تاکہ ادب نواز حضرات علامہ ندویؒ کی تحریر سے محظوظ ومستفید ہوں، یہ تحریر، پرمعانی اور حقائق سے لبریز ہے ہی ،ساتھ ساتھ اردو ادب کی عکاس بھی ہے-ملاحظہ فرمائیں:

''سیرت کی عام کتابوں میں آنحضرتؐ کے واقعات زندگی کے اندر جو چیز سب سے ممتاز ہو کر نظر آتی ہے وہ غزوات ہیں لیکن یہ غزوات ظاہر ہے کہ مقصود بالذات نہ تھیں بلکہ وہ سلسلۂ دعوت میں اتفاقاً پیش آ گئیں...... یہ جو کچھ ہوا اور پیش آیا، وہ گو نہایت عجیب، حیرت انگیز اور کرشمۂ ربانی کا پورا مظہر ہے، تاہم وہ درحقیقت آنحضرتؐ کا اصلی براہ راست کارنامہ نہیں، وہ اتفاقی حوادث ہیں، جو اسلام کی دعوت واشاعت کی راہ میں دشمنوں کی مخالفت سے پیش آ گئے- آپؐ کے اصلی پیغمبرانہ کارنامے وہ ہیں، جو اگر یہ اتفاقی واقعات رونما نہ ہوئے ہوتے تب بھی ظاہر ہی ہوتے اور وہی آپؐ کی سیرت مبارکہ کے اصلی وقائع اور سوانح ہیں یعنی عرب میں سرتاپا روحانی واخلاقی انقلاب پیدا کر دینا، تمام عالم کے سامنے کامل ترین اور اخیر شریعت کو پیش کرنا، دنیا کے گوشہ گوشہ کو ترانۂ توحید اور سرور ومحبت سے معمور کرنا، ظلمت کدۂ عالم کو سراج منیر بن کر بقعۂ نور بنا دینا، گمراہوں کو راستہ بتانا، بھولوں کو یاد دلانا، بندوں کا رشتہ خدا سے جوڑنا، غلط اوہام کو مٹانا، اخلاق فاضلہ کا سکھانا، گناہوں کے دفتر کو دھونا، انسانوں کو شیطانوں کے دام فریب

سے نکال کر فرشتوں کی صف میں کھڑا کرنا، دنیا کو رِفق و محبت، لطف و شفقت اور برادرانہ مساوات کی تعلیم دینا، حکمت و دانائی، پند و موعظت اور تہذیب و تمدن کے رموز سکھانا، روحانیت کی برباد شدہ دنیا کی دوبارہ تعمیر اور قلوب و ارواح کے ویران گھروں کی از سرِنو آبادی، الغرض خاتم النبیینؐ کا اصلی کام ایک شریعت ابدی کی تاسیس، مذاہب عالم کی اصلاح، فن اخلاق کی علمی و عملی تکمیل، قانون الٰہی کا اظہار و عرض اور تہذیب نفوس کی معراج اخیر تھی اور یہ سب اسی پُر آشوب زمانہ میں ہوتا رہا جس کے لیل و نہار صرف حملوں کے تیرِ باراں کے روکنے میں صرف ہو گئے''

حضرت علامہ ندویؒ آگے تحریر فرماتے ہیں کہ ''محمد رسول اللہؐ نے اپنے ربانی تعلیمات سے ان کو اللہ تعالیٰ کے حقیقی عظمت سے آشنا کیا، اس کی وحدت اور بے مثالی سے باخبر کیا، اس کی مشیّت و ارادہ اور قدرت و وسعت سے آگاہ کیا، ایک ایسی ہستی کے اعتقاد کی ان کو تعلیم دی جس کی قدرت بے انتہا، جسکی وسعت غیر محدود ہے، جس کی مشیّت کائنات کے ہر ذرہ میں نافذ ہے، جس کے علم کے احاطہ میں اندھیرے اور اجالے کی ہر چیز داخل ہے، دلوں کے اسرار، زبانوں کے الفاظ، اور ہاتھ پاؤں کے اعمال سب ہر لحظہ اور ہر لمحہ اس کے روبرو ہیں، اس کے سامنے انسان اپنے ہر عمل کا جوابدہ اور ذمہ دار ہے، اس کے مواخذہ کا خوف اور اس کی رحمت کی امید ہے، وہ محبوب ازل ہے، اسکی محبت کا نشہ ہمارے دلوں کی ہشیاری ہے، اس کے فضل و کرم اور لطف و محبت کی نیرنگیاں اوپر سے نیچے تک پھیلی ہیں، اس کی قوت ہر قوت پر غالب، اس کا ارادہ ہر ارادہ میں نافذ اور اس کا حکم ہر حکم سے بالاتر ہے، اس کی عبادت ہر مخلوق پر فرض اور اس کی اطاعت ہر مکلّف پر واجب ہے، وہ ہر عیب سے منزہ و پاک اور ہر وصف کا مستحق اور اس سے متصف ہے، انسانوں کو اپنی یاد دلانے اور ان کے تزکیہ و اصلاح کے لیے رسولوں اور پیغمبروں کو بھیجتا رہا اور ان سے ہمکلام ہوتا رہا، اس کے کچھ احکام اور بندھے ہوئے قوانین ہیں، جن کی

اطاعت نیکی اور نافرمانی گناہ ہے، وہ اندھیرے کی روشنی، بھوکوں کی سیری، مایوسیوں کی امید، زخمیوں کا مرہم، بے قراروں کی تسلی اور بے کسوں کا سہارا ہے، وہ ہم سے ہماری گردن کی شہ رگ سے بھی قریب تر ہے، ہم اس کو جب پکاریں وہ سنتا ہے، وہ نیکیوں کو پسند اور گناہوں سے نفرت کرتا ہے، وہ جب چاہے آسمان وزمین کو فنا کر دے، جب چاہے ان کو پھر رچا دے، اس کی محبت دنیا کا اصل، اس کی عبادت ہماری زندگی کا مقصود اور اس کی یاد ہمارے دلوں کی راحت ہے، ان تعلیمات کا یہ اثر ہوا کہ وہ لوگ جن کو بھولے سے بھی خدا کا نام یاد نہ آتا تھا، وہ اس کے سوا سب کچھ بھول گئے اور اس کی راہ میں ہر چیز قربان کرنے کو تیار ہو گئے، وہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، ہر حال میں اس کی یاد میں سرمست وسرشار رہتے تھے، اس کی سرمستی وسرشاری میں بھی انہوں نے جنگلوں میں راہبانہ زندگی بسر نہیں کی، دولت مندوں کی بھیک کو اپنا سہارا نہیں بنایا، دنیا کی کشمکش سے نجات حاصل کرنے کے لیے بزدلانہ گوشہ نشینی کو تقدس کا نام دے کر اختیار نہیں کیا، بلکہ فرائض کی ادائیگی اور اس راہ میں جدوجہد اور سعی وکوشش کو اپنا مذہب سمجھا اور خدا کا حکم جان کر اس کو پوری مستعدی کے ساتھ بجالائے اور ان تمام ہنگاموں کے ساتھ دل کا معاملہ دلدارِ ازل کے ساتھ ہمیشہ قائم رکھا، خدا نے ان کی مدح کی، ان کا توکل، ان کا صبر، ان کا استقلال، ان کی استقامت، ان کی بہادری، ان کی بے خوفی، ان کی صداقت، ان کی راست بازی، ان کی اطاعت، غرض ہر چیز ان کے اسی جذبہ ایمانی کا پرتو تھی۔"

(سیرت النبیؐ جلد ۴ صفحہ ۴-۲۶۰)

ڈاکٹر عقیل ہاشمی
سابق صدر شعبۂ اردو جامعہ عثمانیہ

اردو زبان و ادب کی ترقی و ترویج میں مولانا عبدالماجد دریابادی کا حصہ

عصر حاضر کے عظیم اسلامی مفکر مولانا سید ابوالحسن ندوی نے بجا طور پر کہا تھا:

''ایک فطری ادیب اور صاحب قلم کی پہچان یہ ہے کہ موضوع کیسا ہی سادہ سنجیدہ اور خشک و پُر تقدس ہو، وہ اپنے قلم کی جولانی، خیال کی رعنائی اور طرز ادا کی دلآویزی کو روک نہیں سکتا اور اس کے لیے اپنے ادبی ذوق اور اسلوب تحریر سے عاری و خالی ہو جانا ناممکن ہوتا ہے۔''

یہ بات صد فیصدی مولانا عبدالماجد دریابادی جیسے عالم، مصنف، صحافی اور دانشور پر مکمل طور پر صادق آتی ہے کیوں نہ ہو۔ بقول رئیس احمد جعفری ''یہ ایک ہی قلم ہے جس نے ''تاریخ اخلاق یورپ'' بھی لکھی اور ''فلسفہ جذبات بھی''، جس نے ''تصوف اسلام'' بھی لکھی اور ''فلسفۂ اجتماع'' بھی، جس نے ''بحر المحبت'' (مصحفی) بھی مرتب و مہذب کی اور مکالمات برکلے بھی، جس نے سفر نامۂ حجاز بھی لکھا اور جو سچی باتیں بھی لکھتا ہے ان میں ہر ایک میں انفرادیت کی پوری شان قائم ہے، طرز تحریر کہیں معلم کا ہے کہیں مترجم کا کہیں فلسفی کا کہیں انشا پرداز کا کہیں ادیب کا۔ ''تاریخ اخلاق یورپ'' شستہ اور رواں ترجمہ ہے۔ ''فلسفہ جذبات'' اور''

فلسفۂ اجتماع“ کا انداز تحریر باوقار اور سنجیدہ ہے، ”تصوف اسلام“ اور ”فیہ مافیہ“ میں تصوف کی متانت غالب ہے ”سفر حجاز“ میں قلم ایسے مصور کا موئے قلم بن جاتا ہے جو دل کے جذبات کو تصور کی جلوہ آرائیوں کو عقیدت اور احترام کے تاثرات کو محسوس اور مرئی صورت میں دکھا سکتا ہے“ اللہ نے مولانا میں جن صلاحیتوں کو ودیعت فرمایا تھا ان میں ایک تمکنت، وقار، جلال وکمال بدرجہ اتم موجود تھا، ادب ہو یا لٹریچر فن ہو یا آرٹ، مشین ہو یا آلہ، اخبار ہو یا رسالہ کتاب ہو یا مخطوطہ سیاست ہو یا صحافت یہ سب سے اپنا کام لینے میں کسی کی خوشہ چینی نہیں کرتے مستعار لینے کی عادت نہیں ہاں اکتساب واستفادہ کا وصف اپنی پوری آن بان شان سے دکھائی دے مولانا کی کوئی تحریر ادب وزبان کی چاشنی سے معریٰ کب رہی اور یہی ان کا اسلوب تحریر جو ان کی شخصیت بن گیا تھا ان کا ساتھ نہیں چھوڑتا مولانا علی میاں ندوی کے الفاظ میں:

”مولانا کی تمام ذوقی باتوں، ان کے تمام علمی تحقیقات ان کے سارے اتفاقات سے کلی اتفاق نہ ہو یہ ہر پڑھنے لکھنے والے کے لیے ضروری ہے نہ مولانا کی عظمت وشہرت کے پیش نظر ان کے لیے مفید لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ اپنے زمانے کی نادرۂ روزگار اور صاحب کمال شخصیتوں میں سے ہیں ایک ادیب وصاحب قلم کی حیثیت سے بھی قرآن کے ایک مفسر وخادم کے لحاظ سے بھی، قدیم وجدید کے ایک جامع عالم کے طور پر بھی اور اپنے وقت اور صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے اور فائدہ پہونچانے والے انسان کی حیثیت سے بھی ایک کہنہ مشق صحافی اور ایک صاحب طرز ناقد وطنز نگار کی بنا پر بھی وہ ہر طرح قابل قدر اور اعزاز کے مستحق ہیں۔“

مولانا عبدالماجد دریابادی کی زندگی بڑے نشیب و فراز سے گذری الحاد کا زمانہ اور تھا، تجدید اسلام کا اور، لیکن ایک کامل المعیار انسان کی طرح وہ ہمیشہ سادہ طبیعت اور

حاضر دماغ رہے ان میں خلوص سچائی دلسوزی واپنائیت تھی، گفتگو کا انداز نہ واعظانہ ہوتا اور نہ ہی ناصحانہ مگر باتوں باتوں میں نہایت سادگی سے اپنے خیال کو مخاطب کے دل میں پیوست کر دیتے، اپنے وقت کے یہ عظیم فلسفی کتنے شگفتہ مزاج ہیں- یہ قرآن مجید کے مترجم ومفسر ہیں اور کس قدر بذلہ سنج، اسرار تصوف کے رمز آشنا مگر گفتگو میں شوخی کی چاشنی، طنزیات کے تو وہ بادشاہ ہیں- نثر میں رعایت لفظی کی صنعت اس کمال وتمام سے استعمال کرتے ہیں کہ سہل ممتنع کا مزہ آجائے طرز تحریر اتنا دلنشیں ووالہانہ کہ:

بلائے جاں ہے غالبؔ اس کی ہر بات
عبارت کیا اشارت کیا، ادا کیا،

اور پھر موقع موقع سے اساتذہ کرام کے اشعار، ہر رنگ شاعری کے اداشناس، واقفِ غم دوراں وغم جاناں، مثنوی مولانا روم سے لے کر اکبر الہ آبادی تک، امانت سے لے کر داغ دہلوی تک، ہر استاد کے اشعار یاد، جن کا برمحل استعمال گویا سونے پہ سہاگہ- واضح ہو کہ ہر اہل قلم کی طبیعت کا خاص میلان ہوتا ہے اور یہ رجحان اکثر راہ اعتدال سے ہٹا دیتا ہے یہاں خیالات اور نظریات سے صرف نظر ممکن ہے لیکن مولانا عبدالماجد دریابادی کے مزاج میں میانہ روی اعتدال پسندی ہے ان کا قلم محتاط اور مضبوط ہے ان کے بے لاگ تبصرے اس کی بین دلیل ہیں کمال انشاء یہ کہ کسی بھی مصنف ومؤلف کی لغزشوں کی نشاندہی کرتے اور اگر کوئی خیال انگیز بات یا کوئی لفظی معنوی خوبی نظر آتی تو اس کی داد دینا مولانا کا وصف خاص تھا ان کا اسلوب نگارش بہت خوش آئند اور دلفریب ہوتا ہے اس میں سچائی صدق وصفا اور اخلاص کا عنصر بہت دلکش کیفیت پیدا کرتا ہے مستحکم خیالات کے مالک تھے بڑی سے بڑی بات تعجب انگیز نکتہ

رسی، اختصار اور جامعیت سے بیان کردیتے بقول مولانا علی میاں ندوی: ''وہ اپنے طرز کے بانی اور خاتم ہیں۔ طنز نگاری، اسالیب بیان اور اصناف ادب میں نازک ترین اور دشوارترین صنف ہے اس میں وہی ادیب اور صاحب قلم کامیاب ہوسکتا ہے جو صحیح معنی میں زبان کا اداشناس اور مزاج داں ہو بلکہ اہل زبان ہو۔''

مولانا عبدالماجد دریابادی یوں تو تصنیف وتالیف کے سلسلے میں مختلف الجہات شخصیت کے حامل ہیں لیکن ادبیات اور مذہبیات کا رجحان غالب رہا ادبیات میں مولانا کی دلچسپی تنقید سے زیادہ رہی۔ ابتدائی زمانہ میں کچھ شعروشاعری بھی کی ایک ڈرامہ ''زود پشیماں'' بھی لکھا لیکن جلد ہی تخلیقات سے انتقادات پر مائل ہوئے۔ تنقید میں بھی بیشتر انداز تقریظی یا تعریفی ہوتا، نیز تفصیل کے بجائے اس بات کی کوشش رہتی کہ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مفاہیم آجائیں۔ لکھنے لکھانے کی شروعات ۱۹۰۹ میں امرتسر سے ہوئی اس زمانے کے رسائل میں مولانا مختلف ناموں سے لکھتے رہتے تھے ''غذائے انسانی''، ''محمود غزنوی'' اسی دور کی یادگار ہیں البتہ سب سے پہلے قابل ذکر تصنیف ''فلسفۂ جذبات'' ۱۹۱۴ء میں انجمن ترقی اردو نے شائع کی تھی جہاں تک صحافتی خدمات کا تعلق ہے ابتدا میں مولانا محمد علی کے اخبار ''ہمدرد'' دہلی سے وابستہ ہوئے اور کوئی ۸ ماہ تک مولانا ہی کی نگرانی میں یہ اخبار نکلتا رہا۔ ۱۹۲۵ء میں ''سچ'' ہفتہ وار لکھنؤ سے نکالا۔ ''سچ'' کے بعد ''صدق'' اور ''امن'' اور ان کے بعد ''صدق جدید۔ مولانا کی کل تصانیف کی تعداد پچاس کے لگ بھگ ہے۔ انہوں نے اولاً ایک ایسے فلسفی مصنف کی حیثیت سے شہرت حاصل کی جس نے فلسفۂ جدید خصوصاً اس کی شاخ نفسیات کے مضامین کو اردو میں انشاپردازانہ رنگ میں منتقل کیا۔ چنانچہ ان کی کتاب ''فلسفۂ جذبات'' بہت مقبول ہوئی اس کے علاوہ ''فلسفہ اجتماع'' ان کی وہ کتاب ہے

جس کے بعض الحادی، مضامین کو خارج کرنے کے بعد وہ اسلام کے زبردست مبلغ کی صورت سے ابھرے۔ اسی طرح سائیکلوجی آف لیڈرشپ، مکالمات برکلے، مبادی فلسفہ (اول دوم) فلسفہ اوراس کی تعلیم نیز منطق جو عثمانیہ یونیورسٹی کے نصاب میں شامل تھی لکھی- مولانا نے جامعہ عثمانیہ کے تحت سررشتہ تالیف وترجمہ سے وابستگی کے دوران تاریخ یورپ جیسی ضخیم کتاب کے بعض اجزاء کا ترجمہ کیا- تراجم ہی کے سلسلے میں تاریخ اخلاق یورپ (۲ جلدیں) پیام امن، اور تاریخ تمدن سرفہرست ہوں گی- مولانا کا سدابہار قلم جب اسلامیات سے متعلق ہوا تو تصوف اسلام جیسی جامع تاریخ لکھی- ملفوظات مولانا روم فیہ مافیہ کو بعد تصحیح وتقابل معہ ایک پرازمعلومات مقدمہ کے شائع کیا، مزید سفرنامے بھی لکھے- سفرنامہ حجاز (۱۹۲۹ء کے حج کی روداد جو ہفتہ وار ''سچ'' میں بالاقساط شائع ہوئی) اور پھر ڈھائی ہفتہ پاکستان میں، (گورنر جنرل پاکستان غلام محمد کی دعوت پر ۱۹۵۵ میں لاہور کراچی کا سفر) ادبی تصانیف میں مقالات ماجد (حصہ اول اور دوم) مضامین عبدالماجد، مکاتیب اکبر، اکبرنامہ یا اکبر میری نظر میں اور مشاہیر کے خطوط جس میں علامہ شبلی نعمانی، اکبرالہٰ آبادی محمد علی جوہر کے خطوط مع حواشی پہلے تاج کمپنی لاہور کراچی سے شائع ہوئے بعدازاں نسیم بک ڈپو لکھنؤ نے چھاپا۔ مولانا دریابادی کی علمی ادبی خدمات کی اعلٰی ترین منزل تفسیر قرآن ومتعلقات تفسیر ہے جس میں تفسیر ماجدی انگریزی (بائبل کی قدیم انگریزی کے ساتھ ماڈرن انگریزی حواشی کے ساتھ دوحصوں میں تاج کمپنی لاہور نے شائع کیا) تفسیر ماجدی اردو ضخیم سات منزلوں میں اور علاحدہ دوحصوں میں خصوصیت کی حامل ہے- اس کے علاوہ جغرافیۂ قرآن یاارض القرآن، قرآن میں جن مقامات کے نام اوراشارے آئے ہیں ان کے بارے میں ضروری معلومات بہ ترتیب حروف تہجی یکجا کیے- اسی طرح- حیوانات قرآن یا الحیوانات فی القرآن،

شخصیات قرآنی یا اعلام القرآن، جدید قصص الانبیاء کے باب میں دو لکچرز جو اسلامیہ کالج پشاور میں دیے گئے تھے کتابی صورت میں شائع کیا مزید خطبات ماجدی یا سیرۃ نبوی قرآنی بھی مدارس میں دیے گئے لکچرز پر مشتمل ہے اس سلسلے میں ''بشریت انبیاء'' کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ کتاب بھی تمام تر آیات قرآن ہی سے مستفاد و ماخوذ ہے اور اپنی موضوع پر بالکل منفرد اچھوتی ہے۔

مولانا عبدالماجد دریابادی اور اردو زبان وادب کی ترقی وترویج میں ان کے حصہ کے بارے میں لکھنے کے لیے یقیناً ایک مبسوط کتاب درکار ہے اس مختصر سے مضمون میں محض مولانا کی کتابوں، مضامین اور مقالہ جات کی فہرست ہی مرتب کی جائے تو شاید خاصہ وقت لگے تاہم اردو زبان ادب کے اس بلند پایہ عبقری شخصیت کی جھلکیاں ان کی سچائیوں سے لگایا جاسکتا ہے۔ اردو میں شاذ و نادر ہی ایسے ادیب ہوں گے جو بیک وقت قرآن وحدیث، تصوف و اخلاق، فلسفہ ونفسیات، سوانح وسیرت، سفرنامہ، اردو ڈائری، سیاسی موضوعات، سماجی مسائل، شاعری اور تخلیقی نثر، افراد اور تحریکات کے متعلق بے تکلفی اور بلا جھجک ادبی لطافت کے ساتھ اظہار خیال کرے۔ کمال تو یہ ہے کہ انہوں نے ان تحریروں میں شگفتگی، تازگی، نشتریت اور بلاغت کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ جو کچھ بھی لکھا جتنا بھی لکھا غور وفکر احتیاط و احتساب و اصابت رائے کے ساتھ لکھا اور اپنی انفرادیت منوائی حالانکہ مولانا سے پہلے دنیائے علم وادب میں نثری اسالیب کے متنوع رجحانات کے طرز نگارش کی آئینہ بندی ہو چکی تھی۔ سرسید، مولانا حالی، علامہ شبلی نعمانی، مولانا شرر اور سرشار کی جادو نگاری سے کون واقف نہیں بعدازاں اس ادبی دنیا میں ابوالکلام آزاد، محمد علی جوہر، مہدی افادی، سجاد حیدر یلدرم، مرزا ہادی رسوا، مولانا حسن نظامی

اور نیاز فتحپوری جیسی ہستیوں نے تخیلی و تخلیقی نثر نگاری سے ایک عالم کو متاثر کر دیا تھا- مولانا دریابادی بھی اسی علمی، ادبی، تحقیقی و تخلیقی دنیا میں فکر و خیال اور ذوق و اظہار کے مختلف پہلوؤں کو لیے نت نئے منہاج کے ساتھ جلوہ گر ہوئے آپ کا ذہن اثر پذیر، مطالعہ وسیع اور دماغ تنقیدی شعور کا حامل نظر آتا ہے اس ضمن میں پروفیسر احتشام حسین لکھتے ہیں:

''ان کے طریق کار کی لچک انہیں ہر تقلید اور ہر دبستان سے الگ کر دیتی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ابتدا میں انہوں نے آزاد اور شبلی کا رنگ پسند کیا ہو، مہدی افادی، حسن نظامی، سلیمان ندوی نے متوجہ کیا ہو، رسکن، آسکر وائلڈ، والٹر پیٹر کے اسلوب نے گدگدی پیدا کی ہو، لیکن شروع ہی سے ان کی ادبی سوجھ بوجھ اور طرز اظہار میں کوئی ایسی بات ضرور ملتی ہے جو خود انہیں کی ہے اگر کسی جملہ کی ساخت مولانا محمد حسین آزاد سے مل جاتی ہے تو تحریر کا دوسرا حصہ شبلی کی یاد دلاتا ہے اور تیسرے میں ابوالکلام آزاد کی خطابت جھلکتی ہے اور طنز کا نشتر لوگوں میں دور تک اترتا دکھائی دیتا ہے پھر جب مکمل تحریر پر نظر ڈالی جائے تو وہ اپنا تاثر ایک امتیازی انفرادی اسلوب کی حیثیت سے چھوڑتی ہے، ہر دوسرے ادیب سے مختلف اور ہر تنقیدی اسلوب سے الگ''

غرض مولانا عبدالماجد دریابادی نے اردو زبان و ادب کی ترقی و ترویج میں جو مہتم بالشان کارنامے انجام دیے وہ غیر معمولی ہیں اس سلسلے میں مولانا نے اپنے اخبار ''صدق جدید'' کے نقش اول ''سچ''، نقش ثانی ''صدق'' کے ذریعے اپنے وقت کے تقاضوں، ضرورتوں اور اہم فتنوں کا زبردست مقابلہ کیا اور ان میں سب سے اہم فتنہ، رسالہ نگار اور اس کے مدیر اعلیٰ نیاز فتح پوری کے جادہ اعتدال سے ہٹی ہوئی تحریروں کا تھا- بلکہ نیاز صاحب نے اسلام

اور عقائد اسلام کے خلاف نیز اسلام کی مقدس ہستیوں حتیٰ کہ ذات رسول اکرمؐ کے بارے میں گستاخی کی تھی - مولانا دریابادی نے اس کا تدارک کیا چنانچہ ۲۵ ستمبر ۱۹۳۱ء کا ''سچ'' اس پورے فتنہ کے جواب میں شائع کیا گیا جس کا بدیہی نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان بھر کے اخبارات نے اس کا نوٹس لیا سلیمان ندوی نے رسالہ معارف میں اور پھر حیدر آباد کے رہبر دکن لکھنؤ کے ''ہمت'' اور ''حق'' بمبئی کے ''خلافت'' لاہور کے ''انقلاب'' ، ''زمیندار'' بجنور کے ''مدینہ'' دہلی کے ''الجمعیۃ' والامان وملت'' وغیرہ نے اس فتنہ نگار کے خلاف آواز اٹھائی اور بائیکاٹ کیا گیا ایڈیٹر کے خلاف مقدمے دائر کیے گئے- الحاصل لکھنؤ کے جلسہ عام میں نیاز فتح پوری صاحب کو توبہ نامہ پر دستخط کرنے پڑے- ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے کے مصداق، اپنے اس مضمون کو مشہور عالم، شاعر و نثر نگار مدیر فاران مولانا ماہر القادری کے ان خیالات پر ختم کرتا ہوں-

''قاضی عبدالغفار، مرزا فرحت اللہ بیگ اور رشید احمد صدیقی کی طنز نگاری مشہور بھی ہے اور مقبول بھی ہے مگر مولانا دریابادی کی طنز کے مختلف روپ ہیں وہ کہیں نشتر ہے، کہیں چٹکی ہے کہیں طمانچہ ہے اور کہیں گدگدی ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مولانا موصوف کی طنز نگاری دین و اخلاق کی دعوت ہے وہ صاحب پیغام اور صاحب دعوت طنز نگار ہیں- مولانا دریابادی نے طنز و تنقید میں جس جرأت، ایمانداری، حق گوئی اور عزیمت کا مظاہرہ کیا ہے اس نے ان کے کردار کو چار چاند لگا دیے ہیں- یہ رتبہ بلند ملا، جس کو مل گیا-''

ذٰلک فضل اللہ یو تیہ من یشاء

ڈاکٹر محمد ہاشم علی

اردو زبان وادب کے فروغ میں مولانا ابوالکلام آزاد کا حصّہ

بلاشبہ مولانا آزاد نے سیاست، مذہب، صحافت، انشاء پردازی، شاعری تذکرہ نویسی، تبصرہ نگاری اور دیگر اصناف کے ذریعے اردو زبان وادب کی خدمت کی ہے۔ اپنی تصانیف میں انہوں نے عربی، فارسی اور اردو کے پانچ ہزار اشعار استعمال کیے ہیں۔ ڈھائی ہزار اشعار کے تعلق سے محققین کا احساس ہے کہ مولانا آزاد ہی کے طبع زاد ہیں۔

مولانا آزاد نے ۱۹۱۲ میں "الہلال" جاری کیا جس نے اردو صحافت میں انمٹ نقوش چھوڑے۔ الہلال کے شائقین اور قدرداں کس والہانہ انداز میں اس کا استقبال کرتے تھے اس کا اندازہ غلام رسول مہر کے اس بیان سے ہوتا ہے "ہفتہ کے دن جس روز کلکتہ کی ڈاک آتی ہم لوگ پاپیادہ اپنے گاؤں سے چل کر لاہور آیا کرتے تھے تاکہ "الہلال" کے حصول میں تاخیر نہ ہو۔" "الہلال" ایک مکمل اور بھرپور جریدہ تھا اس میں افسانے بھی شائع ہوتے تھے۔ "الہلال" کے افسانوں سے اردو کے افسانوی ادب کو نئی جہتیں ملیں۔ "الہلال" میں مولانا آزاد

نے اردو تبصرہ نگاری کو نئی راہوں سے روشناس کیا- غالب کی طرح مولانا آزاد بھی مذاق عام کی پیروی سے گریز کرتے اور اپنی اچھوتی راہ الگ نکالتے رہے- مولانا حسرت موہانی کا یہ شعر اس حقیقت کا ترجمان ہے۔

جب سے دیکھی ابوالکلام کی نثر
نظم حسرت میں بھی مزہ نہ رہا

''الہلال'' کے بارے میں مشہور مصنف صباح الدین عبدالرحمٰن لکھتے ہیں ''الہلال کا بڑا احسان ہے کہ جب مسلمان انگریزوں اور ان کے تمدن کی برتری اور فوقیت سے مرعوب ہو کر احساس کمتری میں مبتلا ہو رہے تھے تو اس وقت مولانا نے ان کو ان کی امتیازِ ملّی اور شرفِ خصوصی کی طرف توجہ دلا کر ان میں احساس برتری پیدا کیا- یہی نہیں بلکہ انہوں نے برطانوی حکومت کو آگاہ بھی کیا کہ اگر ہم سچے مسلمان ہو جائیں تو جس قدر اپنے نفس کے لیے مفید ہوں گے اتنا ہی گورنمنٹ کے لیے- نیز اپنے ہمسائیوں کے لیے بھی- بس گورنمنٹ کی مصلحت بھی یہی ہونی چاہیے کہ ہم کو مسلمان بننے کے لیے چھوڑ دیا جائے کیوں کہ مسلمان ہونے کے بعد ہم اپنے نفس کے لیے نیز عالم کے لیے یکساں طور پر مفید ہو سکتے ہیں-'' مولانا اخبار نویسی کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کرنے والی ایک جماعت سمجھتے تھے- ان کا نظریہ تھا کہ اخبار نویس کے لیے قلم کو ہر طرح کے دباؤ سے آزاد ہونا چاہیے- چنانچہ شذرات میں لکھا ''ہم اس بازار میں سودائے نفع کے لیے نہیں بلکہ تلاش زیاں و نقصان میں آئے ہیں صلہ و تحسین کے لیے نہیں بلکہ نفرت و دشنام کے طلبگار ہیں، عیش کے پھول نہیں بلکہ خود اپنے تئیں قربان کرنے آئے ہیں-''

مولانا آزاد نے ''الہلال'' کے چار سال تک نکل کر بند ہو جانے کے بعد 1914ء میں ''البلاغ'' نکالا اور اس میں ایک ''تفسیر البیان'' کے عنوان سے جستہ جستہ لکھنا شروع کیا مولانا کے علمی وادبی کارناموں کا سکہ ایسا چل رہا تھا کہ عربی و دینیات کے بڑے فاضل مولانا مسعود عالم ندوی (مرحوم) نے قاہرہ (مصر) سے شائع ہونے والے ہفتہ وار ''الفتح'' (12 اکتوبر 1934) میں اس پر ایک مضمون لکھا جس کا جملہ یہ تھا۔

''امّاتفسیر أبی الکلام فلا یصاحبه تفسیرا فی لغة ما''

(یعنی ابوالکلام کی تفسیر کی ہمسری کوئی تفسیر نہیں کر سکتی خواہ کسی زبان کی ہو)

قرآن مجید کی اس بالکل اچھوتی تفسیر میں سورہ فاتحہ کی لاثانی تفسیر لکھ ڈالی اور ثابت کیا کہ سورہ فاتحہ پڑھنے والا اور ہدایت کی دعا مانگنے والا خدا کے سوا کسی کی غلامی کو قبول ہی نہیں کر سکتا۔ توحید کا متوالا صرف خدا سے ہی استعانت وہدایت کا طلب گار ہوتا ہے۔

''ترجمان القرآن'' کے بارے میں مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا: ''کامل ۲۷ برس قرآن میرے شب وروز کے فکر کا موضوع رہا ہے۔ اسکی ایک ایک آیت‘ ایک ایک لفظ پر میں نے وادیاں قطع کی ہیں اور مرحلوں پر مرحلے طئے کیے ہیں۔ تفاسیر وکتب خانوں کا جتنا مطبوعہ ذخیرہ موجود ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ اس کا بڑا حصہ میری نظر سے گذر چکا ہے اور علوم وفنون کے مباحث ومقالات کا کوئی گوشہ نہیں جس کی طرف حتی الوسع ذہن نے تغافل اور جستجو نے تساہل سے کام لیا ہو، علم ونظر کی راہ میں آج قدیم اور جدید کی قسمیں کی جاتی ہیں لیکن میرے لیے یہ تقسیم کوئی تقسیم نہیں۔ جو کچھ قدیم ہے وہ مجھے ورثہ میں ملا اور جو کچھ جدید ہے اس کے لیے اپنی راہیں آپ نکالیں میرے لیے ہر وقت کی جدید راہیں بھی ویسی ہی دیکھی بھالی ہیں جس

طرح قدیم راہوں میں گام فرسائی کرتا ہوں۔

رہا رند بھی پارسا بھی

مری نظر میں ہیں رند پارسا ایک ایک

میرے دل کا کوئی یقین ایسا نہیں ہے جس میں شک کے سارے کانٹے نہ چبھ چکے ہوں اور میری روح کا کوئی اعتقاد ایسا نہیں ہے جو افکار کی ساری آزمائشوں سے نہ گزر چکا ہو۔ میں نے زہر کے گھونٹ بھی ہر جام سے پیے ہیں اور تریاق کے نسخے بھی ہر دار الشفاء کے آزمائے ہیں۔ میں جب پیاسا تھا تو میری لب تشنگیاں دوسروں کی طرح نہ تھیں اور جب سیراب ہوا تو میری سیرابی کا سرچشمہ بھی شاہ راہ پر نہ تھا۔''

(ترجمان القرآن جلد اول، پہلا ایڈیشن صفحہ ۱۹)

مولانا عبداللہ عباس ندوی نے مولانا ابوالکلام آزاد کی صد سالہ یادگار کے موقع پر ''مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر 'ترجمان القرآن' کا ایک موضوعی مطالعہ'' کے عنوان سے ایک پرمغز جامع مقالہ لکھا تھا جس میں وہ لکھتے ہیں۔

''۱۹۳۱ء میں ترجمان القرآن کا پہلا حصہ جید برقی پریس دہلی سے طبع ہو کر دفتر ترجمان القرآن دہلی سے شائع ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مولانا ابوالکلام آزاد کی شہرت و مقبولیت کا آفتاب نصف النہار پر تھا، الہلال والبلاغ کا گھر گھر چرچا تھا ہر پڑھے لکھے مسلمان کی زبان پر ''تذکرہ'' اور ''ترجمان القرآن'' کا نام تھا۔ کلکتہ جو مولانا کے علمی کاموں کا مرکز تھا وہاں سے لے کر فرنٹیر تک جہاں اردو بولی اور سمجھی جاتی تھی مولانا کے نام کی دھوم تھی......ابوالکلامی اردو کی تقلید ایک فیشن بن گئی تھی، مولانا تحریر و تقریر دونوں کے بادشاہ تھے

تحریر میں بکثرت عربی کی ترکیبیں اور فارسی کے الفاظ اور علمی اصطلاحیں ہوتی تھیں، ان کو سمجھنے والے بھی لطف لیتے اور نہ سمجھنے والے بھی سر دھنتے تھے۔''

مولانا کے قلم سے نکلے ہوئے بعض فقرے، علمی فارمولے، زبان میں محاوروں کی حیثیت سے قبول کیے جاتے تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر ''ترجمان القرآن'' زبان وبیان اور استدلال کی منطقیت کے لحاظ سے اس درجہ کی ہے کہ اردو کی کوئی تفسیر وترجمہ (بہ استثنائے چند) اس کی ہمسری نہیں کرسکتی۔ سورہ فاتحہ کی تفسیر مولانا کی ذہانت وذکاوت، قوت حافظہ اور وسعت مطالعہ کا آئینہ ہے۔ خاص طور پر ربوبیت کی جو تشریح مولانا آزاد نے قدیم وجدید مآخذ سے استفادہ کرکے اور اس میں اپنی جودت طبع کا اضافہ کرکے جس دل نشیں انداز میں اور جن تشبیہات کے ساتھ قاری کے ذہن نشیں کرایا ہے وہ مولانا ہی کا حصہ ہے۔ اس طرح رحمت وعدالت میں جو نئے عنادین مولانا کو ہاتھ آئے ہیں اور جس طرح حقائق کی گرہ کشائی کی ہے اس میں مولانا منفرد ہیں۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے علوم وفنون کے ہر شعبہ میں اور فکر ونظر کی وادی میں اس فیاضی سے نوازا کہ وہ منتہائے کمال پر جلوہ افروز ہوگئے۔

مولانا آزاد نے ''الہلال'' کے ضبط ہوجانے کے بعد ''البلاغ'' کے نام سے ہفت روزہ رسالہ ۱۹۱۵ء میں نکالا تو اس کے پہلے اور دوسرے نمبر میں انہوں نے نہایت فصیح وبلیغ مقالہ افتتاحیہ عربی زبان میں تحریر فرمایا تھا جس کا حاصل یہ ہے۔ ''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نماز کی صفوں میں ہمارے قدموں کے اختلاف کو پسند نہیں فرمایا تھا۔ افسوس ہے کہ ہمارا یہ حال ہے کہ ہم سرے سے نماز کی جماعتوں ہی میں اختلاف کر بیٹھے ہیں اور پھر تعجب ہے کہ اس اختلاف

کو اپنے لیے رحمت سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امت کا اختلاف رحمت ہے۔''

مولانا آزاد کی ایک اور معرکتہ الآراء تصنیف ''غبار خاطر'' ہے۔ یہ ان کے مکاتیب کا مجموعہ ہے جو انھوں نے ۳/اگست ۱۹۴۲ء اور ۳/ستمبر ۱۹۴۵ کے درمیانی وقفے میں وقتاً فوقتاً نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی رئیس بھیکم پور ضلع علی گڑھ کے نام لکھے تھے۔ غبار خاطر مکتوبات کا بہترین نمونہ ہے غبار خاطر میں وہ رنگ ہے جو اکتساب اور ریاضت کے ذریعہ دن بہ دن نکھرتا اور سنورتا ہے۔ غبار خاطر میں ایک جملے کے بعد دوسرا جملہ اپنی ساخت اور معنویت کے لحاظ سے پہلے جملے کی وضاحت اور آگے کے جملے کی گہرائی میں اضافہ کرتا ہے اور سلسلہ کلام مبتدا کو خبر سے اتنا مربوط کر دیتا ہے کہ پوری عبارت فن کاری کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔ ''غبار خاطر'' احتیاط کی چھلنی میں چھانے ہوئے خطوط ہیں ان خطوط میں انھوں نے دل کی گرمی سے محفل کی شمع کو روشن کیا ہے۔ انہوں نے بار حیات ہی کو ہلکا نہیں کیا بلکہ ہمارے احساس میں بالیدگی پیدا کی اور زندگی کے احترام کے نئے دروازے کھولے۔ یہ خطوط انشاء پردازی کا اعلیٰ نمونہ اور ادب عالیہ کی روشن علامت ہیں۔ علاوہ ازیں غبار خاطر مولانا کے ابتدائی حالات، ان کے خاندان، ان کی تعلیم اور دیگر تفصیلات کے سلسلے میں بھی ایک اہم ماخذ ہے۔ ''الہلال اور البلاغ'' کی تحریروں میں عربی اور فارسی کے ثقیل الفاظ کا استعمال زیادہ ہے لیکن غبار خاطر کی نثر شگفتہ اور دل نشین ہے۔ مولانا کی ایک اور تصنیف ''تذکرہ'' (بزرگوں کے حالات پر مشتمل) الہلالی دور کی یادگار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تذکرہ کی تحریروں پر بھی عربی و فارسی کا غلبہ ہے۔

مولانا نے تصانیف کے علاوہ تقاریر و خطبات کے ذریعے بھی اردو زبان و ادب کو وسعت بخشی ہے۔ وہ اپنے عہد کے بلند پایہ خطیب بھی تھے۔

ان کی تقاریر کا مجموعہ ''خطبات آزاد'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

حوالہ جات:

(۱) ماہنامہ ذکر وفکر دہلی — (اپریل، ستمبر، اکتوبر 1989ء)

(۲) مولانا ابوالکلام آزاد — سید نصیر الدین، روزنامہ سیاست اوراق گذشتہ سے 26-02-2002

(۳) ''فن حدیث میں مولانا آزاد کا تبحر'' — مولانا محمد شعیب صاحب عمری صحیفہ عمرآباد صفحہ ۵۰ (یادگار مجلّہ - مرتب حماد عمری)

(۴) قول فیصل (مولانا ابوالکلام آزاد کا تاریخی بیان) — سید نصیر الدین احمد روزنامہ سیاست ''اوراق گذشتہ سے'' ۱۳/اگست 2002ء

(۵) ابوالکلام آزاد کے تعلیمی تصورات — محمد عبدالرزاق فاروقی

(۶) غبار خاطر — مولانا ابوالکلام آزاد

ڈاکٹر عبدالاحد
سابق صدر شعبۂ اردو
بنگلور یونیورسٹی

مولانا مودودی صاحب کی نثری خدمات

بنیادی طور پر مولانا مودودی مصلح امت تھے۔ انھیں قدرت نے بڑا دردمند دل دیا تھا۔ امت کی دینی حالت کی ابتری نے انھیں مجبور کیا کہ وہ اس کے سدھار کے لیے کچھ نہ کچھ کریں۔ خوب سوچ سمجھ کر ایک کام کا بیڑا اٹھایا اور پر خلوص خدمت کر کے صلہ پانے کے لیے اپنے مالک کے پاس چلے گئے۔ اپنے خیالات کا اظہار اردو میں کیا۔ بہترین الفاظ کو بہترین انداز میں پیش کیا اور صاحب طرز نثر نگار کہلائے۔ حسن ادا کی یہ صفات ان کے کئی ہم عصروں میں بھی ملتی ہیں لیکن ان کا معاملہ دوسرا تھا وہ بے چارے ایک عجیب زعم باطل میں مبتلا تھے۔ انہوں نے اپنے رشحات قلم کو کبھی خدمت ادب کا نام دیا، کبھی بے باکانہ، اظہار خیال سے موسوم کیا، کبھی اسے ترقی پسند اور حقیقت نگاری کہا تو کبھی روشن خیالی اور دانش وری، کبھی اردو کی خالص ادبی روایت کہا تو کبھی سیکولر ادب کا نام دیا۔ پتا نہیں اور کیا کیا الفاظ وتراکیب استعمال کیے۔ اس کے نتیجے میں دینی اور مذہبی روایت سے بیزاری کی ایک عام فضا پیدا کر دی۔ ضروری تھا کہ ایسے میں کوئی صاحب قلم اٹھے اور اس بیزاری کے بازاری پن کا پول کھول کر رکھ دے۔ مودودی صاحب اس کام کے لیے موزوں ترین شخص ثابت ہوئے۔

جس زمانے میں ہندوستان میں ترقی پسند تحریک کا پھیلاؤ ہوا، سیکولرازم کی روایت بھی ساتھ ساتھ جڑ پکڑتی گئی- اس کی تہ تک پہنچنے کی بہت کم کوشش ہوئی مگر اس کے زیر اثر اردو میں اچھا خاصا لٹریچر وجود میں آتا گیا- دراصل سیکولرزم اس سرخ دینار کی طرح تھا جسے کسی نے دیکھا اور کسی نے نہیں دیکھا مگر ہر کس و ناکس مہر باندھتے وقت اپنی بڑائی جتانے کے لیے اسی سکے کا نام لیتا تھا- یہ ٹھیک ہے کہ ذہن کے دریچے کھلے رکھے جائیں لیکن مودودی صاحب کے الفاظ میں ایسا بھی نہ ہو کہ کوئی دریچے میں کھڑا باہر کی سیر کیے جائے اور درون خانہ سے واقف ہی نہ ہو کہ یہاں کیا ہو رہا ہے- بلاشبہ ادب وہ ہے جو بہتر زندگی کے طور طریق سکھائے- جو حسن و جمال کی قدر بڑھائے اور اس کا احترام سکھائے- وہ محض ایک کیمرہ نہیں ہے جو حالیہ واقعات کی معروضی تصویر کشی کر دے یا معاشرے کے سامنے عریانی اور جنسی معاملات کو من و عن پیش کر دے- بلکہ وہ ایک کیری کیچر ہے جسے ہم ایسی طنزیہ تصویر کہہ سکتے ہیں جس کے خطوط میں حسن و قبح کے پہلو چھپے ہوئے ہوتے ہیں- یہی وہ چیزیں ہیں جو کسی ادیب کے آئیڈیل اور اس کے مقاصد کی بلندی یا پستی کا پتا دیتی ہیں- وہ اپنے فنی اظہار کے لیے جن معروضات، مشاہدات اور تجربات کا انتخاب کرتا ہے وہ اس کے "دل کا معاملہ" کھولتا ہے- مولانا کا قلم ایک وسیع افق کی تصویر کشی کا آلہ ہے جو معاشرے کی خرابیوں اور خصوصاً جنسی اباحیت کے دوررس نتائج کی تصویریں اتارتا ہے- ان کی تصنیف "پردہ" اس کی بہترین مثال ہے- اس کے برخلاف ہمارا جدید افسانہ نگار اندرون لحاف و شلوار کے تذکروں کے ذریعے عصمت و عفت کی دھجیاں اڑاتا ہے اور طرفہ یہ کہ فن کے نام پر تعریف و توصیف کا خواہاں ہوتا ہے- حق بات یہ ہے کہ فن کار اپنے اس عمل میں مخلص بھی ہو سکتا ہے لیکن ادب میں بہت سی

اضافی (Relative) چیزیں ہوا کرتی ہیں جن کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا - فنکار کے سامنے سوسائٹی کے اخلاق بنانے اور بگاڑنے کا مسئلہ بھی ہوتا ہے- بالغرض وہ عوام کے سیاہ کارناموں کو اپنی تحسین کا موضوع قرار دے لےتو اس فن کو خواہ اس میں فنکاری کا کمال ہی کیوں نہ ہو، قابل تعریف قرار نہیں دیا جاسکتا - ظاہر ہے ایسی تعریف معاشرے کے لیے فتنہ انگیز ثابت ہوگی- اخلاق اور عالم گیر قدروں کے معاملے میں افراد کی پسند یا شخصی مزاج کے دخیل ہونے کو ایک جرم سے کم نہیں سمجھنا چاہیے-

مولانا مودودی ادب برائے ادب یا ادب برائے تفریح کے نہیں- بلکہ ادب برائے تعمیر حیات کے قائل تھے- ان کی نثر واقعیت سے معمور اور لطف بیان سے بھر پور تھی- الفاظ و معانی کا ربط اور تحریر کی وضاحت اس کا نمایاں وصف تھی- وہ ہر چیز کو اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھنے کے عادی تھے- ان کے نزدیک جذبات کے اظہار میں بے اعتدالی کا نام بوالہوسی تھا ان کا نشانہ (Target) یہ تھا کہ کسی طرح امت کی بگڑی بن جائے- وہ زندگی کے کسی خاص شعبے کی اصلاح نہیں بلکہ مکمل دین کو زندگیوں میں نافذ اور بر پا کرنا چاہتے تھے اس لیے کہ اللہ نے دنیا و آخرت کی کامیابی کا دارومدار اسی دین پر رکھا ہے- یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریروں میں غیر معمولی ہمہ گیری، جامعیت اور تنوع ملتا ہے- مقصد کی سچائی اور افادیت پر اعتماد و یقین کی برکت تھی کہ ان کی نثر میں ان کے خیالات کے اظہار و ابلاغ کا حق ادا ہو گیا - انھیں اس بات پر تامل تھا کہ ادب کو ادب باقی رکھنے کے لیے بات کو ڈھکے چھپے الفاظ میں کہا جائے- ان کا کہنا تھا کہ جب الفاظ خیال کے اظہار کا ذریعہ ہیں تو انھیں معنی کے چھپانے کے کام میں کیوں لائیں؟ مولانا چونکہ زبان داں تھے اس لیے اصول و قواعد کے پابند تھے یعنی الفاظ کے استعمال میں صحت اور

معنی خیزی کا پورا خیال رکھتے تھے۔انھیں الفاظ کہیں سے ڈھونڈ لانے کی ضرورت نہ تھی بلکہ بقول شخصے وہ ہاتھ باندھے سامنے کھڑے رہتے تھے کہ لیجئے ہم پر تصرف کیجئے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی نثر میں غضب کی سلاست اور روانی تھی۔جیسا کہ سب جانتے ہیں مولانا کے موضوعات دینی، علمی، تمدنی، ادبی اور سیاسی نوعیت کے تھے۔اہل ذوق کا تاثر یہ ہے کہ وہ اپنے فطری ذوق سلیم کی بنیاد پر صف اول کے نثر نگاروں میں شمار ہونے لگے۔

رشید احمد صدیقی نے اپنے مضمون ''اردو نثر کا بنیادی اسلوب'' میں اچھی نثر کی خصوصیات گنائی ہیں کہ ''اس کا دروبست منطقیانہ ہو اور براہ راست اور بے کم و کاست سوچنے اور اظہار مطلب کا وسیلہ ہو۔جو کچھ بیان کیا گیا ہو وہ کانٹے پر نپا تلا ہو۔جتنے اور جو الفاظ آئے ہوں وہی اور اتنے ہی معنی ہوں نہ کم نہ بیش۔ٹھنڈے دل سے سارے نشیب و فراز پر نظر رکھ کر لکھی گئی ہو۔ذاتی ردعمل سے پاک ہو، جامد نہ ہو متحرک و بے ساختہ ہو۔شعر و شاعری کے مانند نہ ہو جہاں عدم تسلسل اور منطقیانہ نکتے ملتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مدوجزر کی مانند کبھی ذہن آگے بڑھ جاتا ہے اور کبھی پیچھے ہٹنے لگتا ہے اس امر کو خاص طور پر ملحوظ رکھنا چاہیے کہ نظم میں توازن کا مدار اسالیب کی تکرار پر ہوتا ہے۔نثر میں اسالیب کے تنوع پر نظم میں الفاظ سے جذبات کے ابھارنے کا نام لیا جاتا ہے۔نثر میں اس کا مقصد مطالب کی طرف توجہ دلانا ہوتا ہے۔نثر میں جذبات کی گنجائش سطح کے نیچے ہوسکتی ہے لیکن اس کو فکر سلیم کی گرفت سے باہر نہ ہونے دینا چاہیے۔'' اس سے آگے فرماتے ہیں۔''زبان کو مقصد کا پابند ہونا چاہیے۔اس میں شک نہیں کہ زبان کے تقاضے بھی بجائے خود کم نہیں ہوتے لیکن وہ اسی لیے ہیں کہ زبان مطالب کے اظہار وابلاغ کا مؤثر آلہ بن سکے۔شعر وادب کی توسیع وترقی اسی

وقت ہوسکتی ہے جب ان کو کسی بڑے مقصد کے حصول یا حفاظت کا وسیلہ بنایا گیا ہو-''

مودودی صاحب کی نثر مقصد کی بالا دستی اور حسن ادا کے ان مذکورہ معیارات پر بالکل پوری اترتی ہے- یہاں میرے لیے وقت کی قلت مانع ہے ورنہ دلیل کے طور پر باضابطہ کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں- اس موقع پر بطور مشتے نمونہ از خروارے کے دو چار نمونوں پر اکتفا کرتا ہوں-

دینی جدو جہد کو مقصد حیات بنا کر چلنے والوں کے لیے صبر و حکمت جیسی صفات ناگزیر ہیں: فرمایا: ''صبر کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی راہ میں جو رکاوٹ بھی ڈالی جائے اس پر نہ تو مشتعل ہوکر آپ ذہن کا توازن کھو بیٹھیں اور نہ شکستہ دل ہوکر اپنے مقصد کے بجائے رکاوٹ ڈالنے والے کا مقصد پورا کریں بلکہ رکاوٹ پیش آنے پر آپ کا عزم جوں کا توں قائم رہنا چاہیے اور جذبات کی گرمی سے اپنے دماغ کو محفوظ رکھ کر وہ راستہ اختیار کرنا چاہیے جو حکمت کے مطابق ہو- حکمت یہ ہے کہ آپ میں یہ صلاحیت ہو کہ ایک راستہ بند ہوتے ہی دوسرے دس راستے وقت پر نکال لیں-- جس میں حکمت نہیں ہوتی وہ ایک راہ کو بند پا کر بیٹھ جاتا ہے اور اس کے ساتھ وہ بے صبر بھی ہے تو پھر یا تو اس رکاوٹ سے اپنا سر پھوڑ لیتا ہے یا راہ روی ہی سے باز آجاتا ہے- مگر جسے اللہ نے حکمت و صبر دونوں سے نوازا ہے وہ جوئے رواں کی طرح ہوتا ہے جس کی منزل کوئی چیز بھی کھوٹی نہیں کرسکتی - چٹانیں منہ دیکھتی رہ جاتی ہیں اور دریا کسی اور طرف سے اپنی منزل کی طرف بہہ نکلتا ہے (منقول از رودادسالانہ اجتماع 1963)

مولانا نے تعلیم یافتہ مسلمانوں کی ذہنی غلامی کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے ''مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ ان کے پاس خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنت میں ایک دائمی وابدی ہدایت موجود ہے .... مگر یہ مساکین اپنے دین سے جاہل اور استعمار کی تہذیبی وفکری

تاخت سے بری طرح مغلوب ہیں اس لیے ہر وہ نعرہ جو دنیا کی غالب قوتوں کے کیمپ سے بلند ہوتا ہے اس کی صدائے بازگشت فوراً ہی یہاں سے بلند ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ جس زمانے میں انقلاب فرانس کے اٹھائے ہوئے افکار کا زور تھا مسلمان ملکوں میں ہر تعلیم یافتہ آدمی اپنا فرض سمجھتا تھا کہ ان ہی افکار کا موقع بے موقع اظہار کرے اور ان ہی کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھالے۔ اس کے بغیر وہ سمجھتا تھا کہ اس کی کوئی عزت قائم نہ ہوگی اور وہ رجعت پسند سمجھ لیا جائے گا۔ یہ دور جب گزر گیا تو ہمارے جدید تعلیم یافتہ لوگوں کی سمت قبلہ بھی تبدیل ہونے لگی اور نیا دور آتے ہی اجتماعی عدل اور اشتراکیت کے نعرے بلند کرنے والے ہمارے درمیان پیدا ہونے لگے۔ یہاں تک بھی بات قابل صبر تھی لیکن غضب یہ ہے کہ ایک گروہ ہمارے اندر اٹھ رہا ہے جو ہر تبدیلی کے ساتھ چاہتا ہے کہ اسلام بھی اپنا قبلہ تبدیل کرلے۔ گویا اسلام کے بغیر یہ بے چارے جی ہی نہیں سکتے، اس کا ان کے ساتھ رہنا ضروری ہے یعنی ان کی خواہش یہ ہے کہ جس کی پیروی کر کے یہ ترقی کرنا چاہتے ہیں اس کی پیروی سے اسلام بھی مشرف ہو جائے اور ''دین رجعی'' ہونے سے بچ جائے (معاشیات اسلام صفحہ ۳۷۷)

ایجاز واختصار کی مثالیں:

''جس طرح عداوتوں میں سب سے زیادہ خطرناک عداوت وہ ہے جو دوستی کے پیرائے میں کی جائے۔ اسی طرح گمراہیوں میں سب سے زیادہ خطرناک وہ گمراہی ہے جو ہدایت کے لباس میں ہو۔''

عام طور پر جب غیر مسلم مشاہیر کی جانب سے اسلام کے متعلق کچھ اچھے خیالات کا اظہار ہوتا ہے تو مسلمان بڑے فخر سے ان خیالات کو شہرت دیتے ہیں گویا ان کا اسلام کو اچھا سمجھنا اسلام کے لیے کوئی سرٹی فیکٹ ہے۔

مولانا کی ہر تحریر میں بلا کی قوت استدلال ملتی ہے مثلاً ''عقل کا فیصلہ'' والے مضمون میں خدا کے وجود اور انبیاء کے طریقہ محنت پر ایک مدلل بحث ہے۔ یہاں کائنات کی صنعت سے صانع حقیقی کی ذات کے ثبوت کا قرآنی انداز اختیار کیا گیا ہے۔ بلاشبہ کبھی کبھی بات کی توضیح میں تکرار اور طول کلام بھی ہے مگر یہ طوالت ناگزیر ہونے کی بناء پر گراں نہیں لگتی مثلاً: پردے کے مخالف کہتے ہیں کہ پردے کا عائد کرنا بے اعتمادی کی دلیل ہے گویا تمام مردوں اور عورتوں کو بدچلن فرض کرلیا گیا ہے۔

اس پر مولانا مودودی نے لکھا ہے: ''اس طرز استدلال کو ذرا آگے بڑھایئے۔ ہر قفل جو دروازے پر لگایا جاتا ہے گویا اس امر کا اعلان ہے کہ اس کے مالک نے تمام دنیا کو چور فرض کرلیا ہے۔ ہر پولیس مین کا وجود اس بات پر شاہد ہے کہ حکومت اپنی تمام رعایا کو بدمعاش سمجھتی ہے۔ ہر لین دین میں جو دستاویز لکھوائی جاتی ہے وہ اس امر کی دلیل ہے کہ ایک فریق نے دوسرے فریق کو خائن قرار دیا ہے.......... اس طرز استدلال کے لحاظ سے تو آپ ہر آن چور، بدمعاش، خائن اور مشتبہ چال چلن کے آدمی قرار دیے جاتے ہیں مگر آپ کی عزت نفس کو ٹھیس نہیں لگتی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ صرف اسی ایک معاملے میں آپ کے احساسات اتنے نازک ہیں۔'' (پردہ صفحہ ۱۵۷) یہ صحیح ہے کہ مولانا کا خطاب صرف مسلمانوں سے ہے غیر مسلموں سے نہیں۔ ان کے نزدیک غیر مسلموں میں کرنے کا کام ایک مستقل چیز ہے۔ اس سے پہلے وہ مسلمان کو مسلمان بنانا ضروری سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمان گھرانے میں

پیدا ہونا، مسلمان کا نام رکھ لینا، مخصوص رہن سہن اور پہناوے کو اختیار کر لینا نجات کے لیے کافی نہیں - اصل مسلمان کی کچھ اور ہی شان ہوتی ہے - اس لیے انہوں نے اسلام کے بنیادی عقائد اور مسائل پر خصوصی توجہ دی - خطبات اور تنقیحات اس لٹریچر کی نمائندہ کتابیں ہیں - ان کی فکر تھی کہ کسی طرح ان روشن خیال مسلمانوں کو ہم خیال بنایا جائے جو مغربی تصورات کو پوری طرح سمجھے بغیر انھیں اپنی فکر کی اساس بنانے لگے ہیں - ان کی اصلاح خود انھیں کے حربوں سے کرنے کے سلسلے میں مولانا کا طریق کار یہ ہوتا ہے کہ کسی موضوع پر قلم اٹھانے سے پہلے وہ غور وفکر کر لیتے ہیں کہ اسی چیز سے متعلق ذہن انسانی میں کتنے شک یا اندیشے ابھر سکتے ہیں پھر وہ ایک ایک پہلو کی توضیح وتشریح کرتے جاتے ہیں حتیٰ کہ دینی مسائل میں بھی عقلی دلائل پیش کرنے سے نہیں ہچکچاتے - وجہ ایک ہی تھی کہ وہ اس بات پر پوری طرح مطمئن تھے کہ الحمدللہ کوئی دینی عقیدہ، شریعت کا کوئی مسئلہ عقل سلیم سے متصادم نہیں ہے ایک جگہ وہ لکھتے ہیں:

''اصولی حیثیت سے درحقیقت ہم اسلام میں کسی ردوبدل کے، کسی کمی بیشی اور کسی قسم کی ترمیم وتشکیل کے مجاز ہی نہیں - ہم اسلام کے مالک نہیں ہیں، صانع نہیں ہیں، اس کے شارع نہیں ہیں، اسلام ہمارا مال نہیں ہے کہ مارکیٹ میں جیسی طلب ہو اس کے مطابق اپنے مال کو بنا کر بازار میں لائیں - ہماری حیثیت صرف پیرو اور مبلغ کی ہے -''

مولانا نے اپنے مضبوط دلائل کے ساتھ دیگر محاذوں، مثلاً انکار حدیث، شرک وبدعت، سود کی لعنت ضبط ولادت، نظریۂ ارتقاء، اشتراکیت، قوم پرستی وغیرہ وغیرہ پر کام کیا، چوں کہ یہ بات کسی غیر انگریزی داں عالم میں نہ تھی - اس لیے وہ بہت سوں سے ممتاز ومنفرد رہے - وہ اس اعتبار سے عظیم شخصیت تھے کہ ان کے افکار وخیالات سے لاکھوں مسلمان شعوری اور غیر شعوری

طور پر متاثر ہوئے - ہزاروں ناامیدوں کی امیدیں بندھیں کئی لوگ مشرکانہ عقائد سے تائب ہوئے - تشکیک اور مغرب پرستی کے اندھیروں سے نکل کر ایمان و یقین کی روشنی میں آئے - بڑے بڑے اشتراکی اور دہریے قسم کے لوگوں نے اپنا طرز زندگی بدلا - جو لوگ دینی شعائر کا مذاق اڑایا کرتے تھے وہ سچے پکے مسلمان بنے اور اپنی عاقبت سنوار کر اس دنیا سے چلے گئے - بات ادبی خدمات کی چل رہی تھی، درمیان میں دینی و سماجی خدمات کا ذکر ناگزیر ہو گیا - اصل بات یہ ہے کہ اچھی اور معیاری نثر تخیل سے زیادہ فہم کے تابع ہوا کرتی ہے ایک زمانے تک اردو والے نثر کو بھی نظم کے دائرے میں لانا ضروری سمجھتے تھے - یہی وجہ تھی کہ انشاء پردازی رنگینیٔ بیان کے بغیر ناممکن قرار دے دی گئی مگر دور جدید تک پہنچتے پہنچتے حقیقت پسندی اور ادب برائے زندگی کی معقولیت سمجھ میں آنے لگی - اچھی نثر کی مثالیں سرسید کے بعد مودودی کے ہاں ملتی ہیں - مثلاً تفہیمات کا نام ہی ان کے فن اور فہم کا پورا پورا اشارہ ہے - یہاں بس ایک چھوٹی سی مثال پیش کرنی ہے - ''ہیگل اور مارکس کے فلسفۂ تاریخ'' والے مضمون کا پہلا جملہ ہے -

''جدید تہذیب جن عظیم الشان گمراہیوں کا سیلاب نوع انسانی پر اُمڈ لائی ہے اس کے فکری اور نظری سرچشموں میں سے ایک سرچشمہ وہ فلسفۂ تاریخ ہے جس کو ہیگل نے پیش کیا اور جس کے مقدمات پر بعد میں کارل مارکس نے اپنی مادی تاریخ کی بنیاد رکھی ہے -'' جملے میں سیلاب کی تشبیہ اور سرچشمے کا استعارہ اپنی جگہ پر ہے - لیکن ہماری نظر معاملے کی اہمیت پر مرکوز ہو کر رہ جاتی ہے - پھر آگے کی وضاحت ہمارے لیے انشراح صدر کا باعث بن جاتی ہے - اسی مضمون میں انسان پر یہ حقیقت افروز تبصرہ بھی ہے کہ انسان وہ روحانی وجود ہے جو حیوانی خول کے اندر رہتا ہے اور اخلاقی احکام کا محل ہے - غور کیجیے کہ اس سیدھی سی بات نے کس طرح نہ صرف ذہن انسانی کی گرہ کھول دی بلکہ خود ہی عقل میں سما گئی اور آگے چلیے، فرمایا: ''رہا باہر کا

حیوان تو دراصل وہ اندرونی انسان کو خام اور آلۂ کار کی طرح دیا گیا ہے۔'' غرض پورا مضمون خیالات کی دلکش توضیح لیے ہوئے ہے اور آدمی مطالعے کی لطافت ولذت کو محسوس کیے بغیر نہیں رہتا۔ کہا جاتا ہے کہ مولانا مودودی سرسید کے نقش قدم پر چلے مگر انہوں نے اپنے اسلوب میں اپنی ذات کا اظہار کر کے اسے نیا روپ بخشا ہے۔ دراصل فن کار آئینہ فطرت میں اپنی خودی کی نمود کے بغیر نیچر کا عکس پیش نہیں کرسکتا۔ اسی چیز کو اقبال نے خون جگر کہا ہے۔ عموماً جن باتوں پر اہل قلم جذباتیت کا شکار ہو جاتے ہیں ان کے اظہار کے وقت بھی مولانا اپنے قلم کو غلط آہنگ ہونے نہیں دیتے۔ یہ توازن ان کی تحریر میں ایک عجیب شان پیدا کرتا اور ان کی مضبوط سیرت پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے علاوہ جماعتی حس، اجتماعی نقطۂ نظر اور ایک مخصوص لائحہ عمل نے ان کی نثر میں ایک طرح کی باقاعدگی پیدا کردی ہے ان کے اسلوب میں خطابیہ انداز بھی غالباً اسی عملی جدوجہد کی دین ہے۔ مودودی صاحب کے خطوط بھی یہی کیفیت اور کمیت لیے ہوئے ہیں۔ انھیں شگفتہ تحریر کا بہترین نمونہ کہا جاسکتا ہے اور وہ ایک ایسا آئینہ ہیں جس میں ان کی ہمہ پہلو شخصیت کو بہت قریب سے دیکھا جاسکتا ہے جہاں تک اسلوب کا سوال ہے اسے بجا طور پر علی گڑھ اسکول اور شبلی کی نثری روایت کا جامع کہا جاسکتا ہے۔ ممکن ہے کہ ہم میں سے بعض لوگ مولانا کے بعض نظریات سے اختلاف کریں یا بعض مسائل کے معاملے ذہنی طور پر ہم آہنگ نہ ہوں مگر یہ کوئی ایسی بات نہیں جسے لے کر ان کے دیگر کارناموں کا درجہ گھٹانے کی کوشش کی جائے۔ ماہر القادری مرحوم نے صحیح کہا تھا کہ سوفی صد بات تو اللہ اور رسولؐ ہی کی ہوتی ہے۔ جب امت امام غزالی، ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ جیسے ارباب فکر کی، ان کی بعض لغزشوں کے باوجود عزت کرتی ہے اور ان کی عظمت کی قائل ہے تو مولانا مودودی کے ساتھ بھی امت کو یہی کرنا چاہیے۔

پروفیسر سید قدرت اللہ حسینی الباقوی

اردو زبان وادب کی ترویج وترقی میں

مفکر اسلام علامہ سید ابوالحسن علی ندویؒ کا حصہ

اسلامی علوم اور ادب کے آفتاب جہاں تاب مفکر عالم اسلامی علامہ حضرت سید ابوالحسن علی ندویؒ بیسویں صدی کے مجدد تھے موصوف کا وجود باسعود محرم ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۴ میں منصۂ شہود میں آیا جن کا تاریخی نام ظہور حیدر رکھا گیا تھا- 85 برس کی عمر پائی اور ۱۴۲۰ھ مطابق دسمبر 1999 کی آخری تاریخ کی شام اللہ کو پیارے ہوگئے- "آہ! چراغ علوم دیں" سے مادۂ تاریخ وفات ۱۴۲۰ھ نکلتا ہے-

مولانا نے بیسویں صدی میں زبان وقلم سے قومیت وعصبیت، لادینیت اور غیر انسانی ذہنیت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا- انہوں نے اردو زبان وادب کے ذریعہ ہندوستان کے مختلف قوموں، تہذیبوں، مسلکوں اور گروہ بندیوں کے طوق کو بالائے طاق رکھ کر زبان وقلم سے ایسی قوس قزح قائم کی جس کی رنگینیوں کو بالکلیہ ضبط تحریر میں لانا اس مختصر مقالہ میں ناممکن ہے-

ز فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

حضرت علامہ دعوتی تحریکوں کے علاوہ مختلف علمی، ادبی، سماجی، مذہبی اور تہذیبی اداروں سے وابستہ رہے ان میں مسلم پرسنل لاء بورڈ، ملی کونسل، دینی تعلیمی کونسل، عالمی رابطۂ ادبِ اسلامی کے علاوہ تحریک پیام انسانیت کو خصوصیت حاصل ہے۔

مولانا ایک شہرۂ آفاق عالم دین بلند پایہ مفکر ممتاز مفسر و محدث معروف تر محقق و مورخ اور مشہور تر سیرت نگار بھی تھے اور مقبول تر سوانح نویس بھی - عالی مقام مبصر بھی تھے اور صاحب طرز ادیب بھی - شہرت یافتہ صاحب قلم ہونے کے ساتھ ساتھ جادو بیاں خطیب بھی - آپ کی زبان و قلم میں صداقت و پاکیزگی، بزرگی و حکمت، رفعت و وسعت، فصاحت و بلاغت اور دعوت و عزیمت بدرجۂ اعلیٰ واتم کارفرما تھی - حضرت علامہ کو عربی و اردو میں یکساں قدرت تھی - انہوں نے علمی وادبی اور تاریخی و تحقیقی کارناموں سے عالمی اہل ذوق کو اپنی طرف متوجہ کرلیا جس سے مغربی دنیا کی دانش گاہوں میں آکسفورڈ، عربی جامعات میں دمشق، مدینہ اور جامعہ ازہر وغیرہ بھی آپ کے لیے چشم براہ رہے - مولانا کی وسعت نظری، فکر انگیزی، فراخدلی، انسان دوستی ان کی تحریر و تقریر میں رواں دواں نظر آتی ہے - گویا آپ کے نوشتے اور مواعظ زبان حال سے کہتے رہے -

بچہ کار آیدت ز گل ورقے
از گلستان من ببر ورقے

مولانا کی مطبوعات بزبان اردو 265 بزبان عربی 176 جن میں 35 کتابوں کا انگریزی ترجمہ ہو چکا ہے - آپ کی نگارشات کے بعض ترجمے عربی اردو فارسی کے علاوہ انگریزی، فرانسیسی، ترکی، ملائی کے ساتھ بنگالی، گجراتی، ہندی، تامل، تلگو، ملیالم اور کنڑا زبان میں ہو چکے

ہیں-مولانا ابوالحسن ندوی عالمی رابطہ ادب اسلامی مرکز لکھنؤ کے صدر رہے- یہ انجمن 1985 سے بین الاقوامی سطح پر علمی وادبی خدمات انجام دے رہی ہے-مشرقی دنیا کا مرکز لکھنؤ ہے-اس انجمن کی نگرانی میں ہنداور بیرون ہند نئے نئے موضوعات پر مجالس و مذاکرات منعقد ہورہے ہیں جس میں ملک عرب، ترکی، امارات، بنگلہ دیش اور ہندوستان کی دانش گاہوں کو ان سیمناروں کے انعقاد کا اعزاز حاصل ہے جن کی روداد، کتابیں اور مقالوں کے کئی خبرنامے شائع ہورہے ہیں جن کی تفصیل آگے آئے گی-

مولانا حلقۂ پیام انسانیت کے بھی صدر تھے-مفکر عالم اسلامی نے اس تحریک کے ذریعے ملک کے انتہا پسند فرقہ پرستوں اور مختلف مذاہب و جماعتوں کے شبہات وشکوک کو زائل کرتے ہوئے ان کی غلط فہمیوں کو دور کردیا اور غیر مسلم ہم وطن بھائیوں سے رشتۂ اخوت استوار کیا مختلف سیاسی وسماجی نمائندوں سے ملاقات کی ان میں ونوبا بھاوے، جئے پرکاش نارائن، سائیں بابا، ڈاکٹر امبیڈکر، مسز اندرا گاندھی اور دیگر وزرائے اعظم اور مختلف وزرائے اعلیٰ شامل ہیں - انہوں نے ملک کی سیاسی اور سماجی تحریکات میں پھیلے ہوئے افتراقی زہرافشانیوں کی طرف اپنی نگارشات وخطابات کے ذریعہ نشاندہی کی اور ملک وملت میں امن قائم رکھنے کے اسرار کی وضاحت کی-اس تحریک کے ذریعہ ملک میں اردو زبان وقلم کی مدد سے ادب وشاعری، فنون لطیفہ وکردار سازی کو عام کیا - اس سلسلہ میں ملک کے مختلف ریاستوں کا دورہ کیا - اس تحریک کی برکت سے بہت ہی کارآمد ومفید مقالے اور کتابیں منظر عام پر آئیں-جن کی فہرست متعاقب دی جارہی ہے-

مولانا دینی تعلیمی کونسل کے صدر تھے-اس کونسل کے ذریعہ حضرت علامہ علی میاں ندویؒ نے انسانیت کی نوخیز نسل کی تعلیم وتربیت پر توجہ مرکوز فرمائی - اتر پردیش کے مختلف شہروں اور آبادیوں کا دورہ کیا والدین سرپرستوں اور ذمہ داروں کو بچوں کے مستقبل کو درخشاں کرنے کی

دعوت دی موجودہ نصاب وتربیت کے محاسن ومعائب کا تجزیہ کیا- والدین کے احساسات کو جگایا بچوں میں خداترسی اور صداقت کی لہر پیدا کرنے کی فضا تیار کردی اور بتادیا-

جسے فضول سمجھ کر بجھا دیا تم نے
وہی چراغ جلاؤ تو روشنی ہوگی

مولانا نے مادری زبان سے دور رہنے کی خرابیاں واضح کیں اور آگاہ کردیا کہ ان نوخیزوں سے تساہل مستقبل کی بربادی ہے- اس کونسل کی نگرانی میں مفید تعلیم وتربیت اور روشن تہذیب وتمدن سے نسل جدید کو آراستہ کرنے کے لیے سلسلہ وار کتب اور طریقۂ تعلیم پر تحقیقات جاری رہیں- مشعل راہ کے طور پر آپ کے کئی خطابات اور مطبوعات معرض وجود میں آئے- علاوہ ازیں اس تحریک سے متاثر کارکنوں نے خطبات علی میاں اور کیاسٹوں (Cassettes) کے سلسلے جاری کردیے-

حضرت والا نے قرآن کریم اور اسوۂ رسولؐ وانبیاء کی روشنی میں بچوں اور طلبہ کی اخلاقی تعمیر کے لیے گرانقدر کتابیں تیار کی ہیں- اس طرح نئے نئے موضوعات پر کتابیں تیار کرنے والوں کی ایک جماعت بھی تیار کردی جس میں شعراء بھی ہیں اور نثر نگار بھی- ملک کے علماء، فضلاء، ادباء اور دانشوروں نے مولانا کو بہ اتفاق آراء مسلم پرسنل لاء بورڈ کا صدر منتخب کیا- مولانا نے اپنے خطبات ومقالات کے ذریعہ ملک وملت کو خوفناک نتائج اور اثرات سے بھی آگاہ کیا- اس سلسلے میں آپ نے کشمیر سے کنیا کماری تک مختلف ریاستوں کا دورہ کیا مولانا اصلاحی خطبے دیتے رہے اور ملک وملت کے نوجوانوں کو ان ہلاکت خیز راہوں سے خبردار کیا- آپ کی حمایت میں دانشوروں کی ایک جماعت بھی تیار ہوگئی ان خطبات میں علماء، ائمہ مساجد ومدارس اور کالجوں کے ذمہ دار اور مختلف جماعتوں کے سربراہوں پر زور دیا کہ وہ تساہل پسندی ترک کردیں- ادخلوا فی السلم کافۃ کو دستور حیات بنائیں-

حضرت العلام مولانا علی میاںؒ گونا گوں شخصیت کے مالک رہتے ہوئے بھی بذات خود ایک انجمن تھے ایک طرف آپ نے زندگی کے خارجی وداخلی موضوعات پر ساحرانہ اظہار خیال کیا تو دوسری طرف آپ نے فراست ودانائی سے اردو ادب کو نیا رنگ وآہنگ اور بانکپن بخشا آپ کا شہ پارہ ''تاریخ دعوت وعزیمت'' سوانح بھی ہے اور سیرت بھی، تاریخ بھی ہے اور تذکرہ بھی، یہ جلیل وعظیم کتاب اسلامی ثقافت کی رفتار پیما اور تزکیہ وسلوک کی ارتقائی داستان بھی ہے جو پانچ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ حضرت مفکر عالم کی آپ بیتی کاروان زندگی ایک خودنوشت ہونے کے ساتھ ساتھ عالمی ثقافت، سیاحت، سیاست، تمدن، مذاہب اور اعتقادات کے جھروکوں کے باعث کاروان عالم بن گئی ہے جس کی سات جلدیں منظر عام پر آئی ہیں یہ آپ بیتی بیسویں صدی پر محیط ہے اسی طرح ''پرانے چراغ'' کی تین جلدوں میں تعزیتی تاثرات کے ساتھ اردو میں خاکہ نگاری کے بہترین نمونے پائے جاتے ہیں۔ بہر کیف علامہ ندوی کی نگارشات اردو کو راقم نے بہ لحاظ اصناف مندرجہ ذیل دس حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

1- تاریخ وتحقیق:

(۱) مفکر اسلام حضرت سید ابوالحسن علی ندویؒ کی انقلاب آفرین کتاب ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین کا اردو ترجمہ ''انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر'' ایک اہم انقلابی کتاب ہے۔ یہ کتاب مولانا کے حین حیات بھی عرب دنیا میں دو سو سے زیادہ مرتبہ جا بجا طبع ہوتی رہی یہ کتاب تاریخ کے نشیب وفراز کی روح فرسا داستان ہے اس میں عالم جاہلیت کا نقشہ بھی ہے۔ اور انسانی عروج کی تصویر بھی۔ اطاعت وعدم اطاعت کی داستان بھی ہے اور مسلمانوں کے لیے نسخۂ کیمیا بھی (۲)۔ ''تاریخ دعوت وعزیمت'' اس کتاب کی پانچ جلدیں شائع ہو چکی ہیں یہ کتاب تاریخی شخصیتوں کے صرف علمی کمالات وتصنیفات پر مکتفی نہیں ہے بلکہ اسلام کی تیرہ سو سالہ اصلاح وتجدید کی تاریخ تسلسل ہے بلکہ دین کے انقلاب، اصلاح،

احیاء اور تجدید کی تاریخ ہے۔ بہ قول مریم جمیلہ اس کتاب میں اسلامی تاریخ کا صحیح پس منظر ہے جو پہلی صدی سے چودہویں صدی تک انقلابی تحریکات کی تاریخ ہے۔ (۳) ''تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات'' یہ کتاب دراصل ایک تاریخی جائزہ ہے جس میں عصری مشکلات ومسائل کا اسلامی حل ہے اس کتاب میں تاریخی موضوع کو دس نکات میں سمودیا ہے جو علم ودیانت، فکرومتانت اور ایمانی حکمت وفراست کی علمی تاریخ ہے۔ (۴) ''جب ایمان کی بہار آئی'' - یہ کتاب حضرت سید احمد شہیدؒ کی تاریخی جدوجہد کی داستان ہے جس میں تاریخ کے مختلف جھروکے نظر آتے ہیں اور پیدائش سے پھانسی تک تاریخی سوانح مرقوم ہے۔ (۵) ''مقدمہ گل رعنا'' - مولانا کے والد کی تصنیف ''گل رعنا'' کے علمی، ادبی وتاریخی ارتقاء پر رونق افروز تاریخی نگارش ہے جو اردو کی رفتار وترویج کے ارتقاء کی عکاس ہے۔

2- سوانح وسیرت:

سوانح نویسی، سیرت نگاری، تذکرہ نگاری اور خاکہ نویسی علامہ حضرت علی میاں کے خمیر میں داخل تھے۔ مولانا کے خاندان کی علمی وادبی تاریخ بہت طویل ہے حضرت علی میاں کے دادا حکیم سید فخرالدین تاریخ دان اور ادب نواز شخصیت کے مالک تھے ان کے نوک قلم سے ''تاریخ مہر جہاں تاب، تذکرۂ علمیہ اور سیرت السادات'' وجود میں آئیں۔ مولانا کے والد محترم مولوی حکیم سید عبدالحی الحسنی کی علمی وادبی خدمات بھی ملک اور بیرون ملک داد وتحسین حاصل کرچکی ہیں - ان کی تصنیف نزہۃ الخواطر عربی زبان میں ہندوستان کی مشہور شخصیتوں کے حالات، کمالات اور خدمات پر مشتمل ہے۔ دوسری تصنیف گل رعنا اردو شعراء کا تذکرہ ہے مولانا نے آباء واجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی زندگی کا کچھ حصہ بقول ڈاکٹر اقبال کھوئے ہوؤں کی تلاش کے لیے وقف کردیا۔

میں کہ میری نوا میں ہے آتش رفتہ کا سراغ
میری تمام زندگی کھوئے ہوؤں کی ہے تلاش

(۱) ''تاریخ دعوت وعزیمت'' حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ حضرت حسن بصریؒ حضرت احمد بن حنبلؒ حضرت ابوالحسن اشعریؒ امام غزالیؒ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، علامہ ابن جوزیؒ، نورالدین زنگی، صلاح الدین ایوبیؒ، شیخ عزالدینؒ، جلال الدین رومیؒ، حضرت علامہ ابن تیمیہؒ، خواجہ معین چشتیؒ، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اور شیخ شرف الدینؒ میرٹھ، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ اور شاہ ولی اللہؒ کی سوانح حیات اور ان کے کمالات کا تذکرہ ہے۔

(۲) ''نبی رحمتؐ'': سیرت نبویؐ پر ایک منفرد کتاب ہے اس میں سوانح حیات رسولؐ کے ساتھ تاریخ واسرار شریعت کی روشنی میں سیرت طیبہ پر تحقیقی مواد شامل ہے۔

(۳) ''المرتضیٰؓ '': خلیفۂ سوم سیدنا حضرت علیؓ بن ابی طالب کی مفصل سوانح حیات، خلفائے ثلاثہ کے ساتھ تعاونی حکمت، خلافت میں زاہدانہ سیرت، اطاعت رسول مقبولؐ کا کردار، جہاد فی سبیل اللہ، ممالک اسلامیہ کی حفاظت اور قائدانہ دماغ پر تاریخی روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۴) ''حیات حکیم سید عبدالحی الحسنیؒ''، یعنی علامہ ندوی نے اپنے والد محترم پر ایک جامع کتاب لکھی ہے جس میں حیات وخدمات اور ان کی تصنیفات کا تعارف ہے اس کے ساتھ ہی تحریک ندوۃ العلماء کی ابتداء وارتقاء پر کافی روشنی ملتی ہے۔

(۵) ''تذکرۂ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمان گنج مرادآبادیؒ'' ایک مشہور صوفی عالم کی سوانح حیات ہے جس میں آپ کی حیات وریاضت کے ساتھ ارشادات وملفوظات بھی مرقوم ہیں۔

(۶) ''سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ'' اس عارف باللہ صوفی باصفا کے حالات زندگی ان کی شخصیت اور انداز تربیت پر جامع کتاب ہے جس میں اس معدن معرفت کے گوناگوں گوشے نظر آتے ہیں۔

(۷) ''محسن عالمؐ'' حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے اہم گوشوں کی وضاحت ہے جس سے آپ کو رحمت عالم ماننے پر قاری مجبور ہو جاتا ہے۔

(۸) ''ذکر خیر'': اس کتاب میں علامہ نے اپنی والدۂ محترمہ کا مختصر مگر جامع سوانحی تذکرہ کیا ہے آپ کا علمی شغف طریقۂ تربیت اپنی دل شکستہ بیوگی میں اپنے لخت جگر کی زندگی بنانے والی قربانیوں کا ذکر بھی ملتا ہے جو نو عمر دوشیزاؤں کے لیے مشعل راہ ہے۔

(۹) ''مولانا الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت'' یہ کتاب بانی تبلیغ کی حمایت میں ایک معتبر دستاویز ہے۔۔جن کی مداومت اور تبلیغی کام میں استقامت کی وجہ سے یہ تحریک متحرک مضبوط اور مستحکم ہو گئی اور اس میں شریک ہونے والوں کا خلوص اور لگن دوررس ہوتا رہا جس سے یہ تحریک عالمگیر بن گئی۔اور انقلاب آفریں تحریک بن گئی۔

(۱۰) سیرت سید احمد شہیدؒ دو جلدوں میں موجود ہے۔۔جس میں امام شہیدؒ کے مفصل حالات ملتے ہیں۔

3- ملفوظات :

بزرگوں کے ملفوظات وارشادات میں شعائر اسلام کا احترام ہوتا ہے سنت کی ترغیب احکام شرعیہ کی تلقین اور بدعات وخرافات سے نفرت ہوتی ہے اس میں انسانیت کا روحانی علاج ہوتا ہے بزرگوں کے حکیمانہ ارشادات اور پند ونصائح غیر اسلامی معاشرہ کی غلط کاریوں سے بچاتے ہیں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے پاس ان ملفوظات کی بہت قدر تھی انہوں نے بھی بزرگوں کے ارشادات کو جمع کیا ہے۔

(۱) ''صحبتے با اہل دل'': یہ ملفوظات وارشادات کا حکیمانہ مجموعہ ہے جو حضرت مولانا یعقوبؒ کے زبان مبارک سے ظاہر ہوئے تھے جن کے ارشادات میں عوام وخواص کے لیے قیمتی سرمایۂ حیات ہے۔

(۲) ملفوظات مولانا الیاسؒ: امام تبلیغ کی تبلیغی جدوجہد اور اس پر مداومت کے فوائد پر دل افروز معلومات کا بہت بڑا ذخیرہ ہے مولانا یہ ملفوظات اپنے ابتدائی ادوار میں جمع کیے تھے اور ان ارشادات میں شریعت کے کچھ اسرار بھی ملتے ہیں-

4- سفرنامے:

حضرت علامہ مفکر عالم اسلامی کے سفرنامے تفریحی نہیں تھے بلکہ دعوتی و اصلاحی تھے یہ علمی و ادبی سفرنامے بے انتہا معلومات افزاء ہیں آپ کے ان سفرناموں میں آپ کے خطابات و مقالات کی بہار آفرینی بھی پائی جاتی ہے جن کی افادیت میں اضافہ ہو جاتا ہے-

(۱) ''دریائے کابل سے دریائے یرموک تک'': یہ بہت ہی دلکش اور معلومات افزاء سفرنامہ ہے اس میں افغانستان ایران، لبنان، شام، عراق اور مشرقی اردن کی دعوت روداد سفر ہے جن میں ان ممالک کی دینی، فکری، سیاسی اور اقتصادی صورتحال کی سچی تصویر ہے ان تصاویر سے ملت اسلامیہ کے دل کی دھڑکن سنی جاتی ہے گویا یہ زندہ عکاسی ہے-

(۲) ''شرق اوسط کی ڈائری'': یہ کتاب ایک بیش قیمت روزنامہ ہے جس میں مصر، سوڈان اور شام کے حالات سفر ہیں- اس سفرنامہ میں ان مقامات کے تاریخی، علمی اور ثقافتی آثار کی معلومات ملتی ہیں اس سفرنامہ میں آپ کے خطبات و مواعظ کی موسیقانہ جھنکار سنائی دیتی ہے-

(۳) مغرب اقصیٰ اور مراقش کی روداد

(۴) ''دو ہفتہ مغرب اقصیٰ میں'': یہ دونوں کتابیں مختلف ملکوں کے سفر کی داستان ہیں جہاں کے عوام و خواص کی زندگی اور ان کے ملکوں کی تاریخی روشنی میں ماضی کی جھلکیاں دکھائی گئی ہیں-

(۵) ''دو ہفتہ ترکی میں'': اس سفرنامہ میں ترکستانی عوام و خواص پر چھایا ہوا مغرب

پرستی کا نشہ نمایاں ہے۔ مولانا نے مغرب پرستی کی بھیانک تصویر کا یہ منظر پیش کر کے تاریخی نشیب وفراز کی حقیقت واضح کر دی ہے۔ کھوئے ہوئے مذہبی تقدس کی پاداش پر سامعین کف افسوس ملتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور مذہبی شعاعوں کی تلاش کرنے کی راہیں بھی بتائی گئی ہیں۔

(۶) ''تحفۂ کشمیر'': یہ کشمیر کا سفرنامہ ہے کشمیر کی دلگیر فضا میں کئی بار علمی ادبی اور اصلاحی ودعوتی سفر ہوئے ہیں۔ کشمیر کی علمی وادبی طبقات میں آپ کے خطبات کی نورانی بارش بھی ہوئی ہے۔ کشمیری ادب ومذہب کے فضلاء وماہرین میں آپ نے ایک تحریکی روح پھونک دی وہاں کی سیاسی مذہبی اور تاریخی قوس قزح کی نقاشی بھی اس سفرنامہ میں ملتی ہے۔

(۷) ''تحفۂ دکن'': یہ ہندوستان کی دکنی ریاستوں میں مولانا کے نورانی سفر کی کہانی ہے ۔جس میں اورنگ آباد، حیدرآباد، بلکہ آندھرا پردیش، تملناڈو، کرناٹک اور کیرالا کے مختلف شہروں میں جہاں جہاں مدعو ہوتے رہے ان مقامات کی معاشرتی، مذہبی، علمی فضا کا جائزہ لیا گیا۔

(۸) ''بارہ دن ریاست میسور میں'': ریاست میسور درحقیقت ریاست کرناٹک کا قدیم نام ہے جس میں رایچور، بلگام، منگلور، میسور، ہاسن، بنگلور، بھٹکل اور دیگر اضلاع شامل ہیں۔ ان شہروں میں مولانا کے ورود باسعود سے کئی ادارے، مساجد، اور انجمنیں معرض وجود میں آئیں۔ ان تاریخی شہروں میں مولانا کو دعوتی واصلاحی خطبات ومقالے پیش کرنے کا موقع ملا، یہ سفرنامہ اس سلسلہ کی یادگار ہے۔

(۹) ''تحفۂ مشرق'': یہ سفرنامہ بنگلہ دیش اور اس کے آس پاس کے شہروں سے متعلق ہے اس سفرنامہ میں اس ملک کی خصوصیات اور سیاسی رجحانات کا ذکر ہے اور وہاں کی معاشرتی اصلاح اور عقائد کی استواری کے ساتھ انسانیت اور حقیقت پسندی پر دعوت فکر بھی دی گئی ہے۔

(۱۰) ''تحفۂ انسانیت'': یہ کتاب حلقۂ پیام انسانیت کی توسیع سے متعلق بھوپال، اجین، اندور اور مالور کا سفرنامہ ہے جہاں آپ نے اساتذہ وطلبہ، منصف اور وکلاء کے ساتھ

سیاسی مذہبی اور علمی رہنماؤں سے ملاقات کی، ملکی حالات پر تبادلۂ خیال کیا، ملکی فضاء کو مکدر کرنے والے اصل خطرات کی نشاندہی بھی کی۔

5- مقدمے، پیش لفظ اور دیباچے:

چونکہ مخدوم عرب وعجم علامہ ندوی کا شمار مشاہیر علماء وفضلاء میں ہوتا تھا اس لیے اکثر اصحاب فن ان سے اپنی اپنی تصانیف کے لیے مقدمے یا دیباچے کی فرمائش کرتے تھے اور علامہ ندوی ہر ذی صلاحیت کی ڈھارس باندھتے تھے۔ اس لیے کبھی دیباچے لکھ دیتے کبھی پیش لفظ تحریر فرماتے کبھی مقدمہ لکھ کر کتابی فن سے متعلق معلومات فراہم کردیتے تاکہ مصنف سے اگر کوئی چوک بھی ہوجائے تو اشارے پاکر مقصد تک رسائی حاصل کرلے۔ اس قسم کی نگارشات سے مصنف ومؤلف اپنی تحریرات کو آراستہ کرلیتے تھے۔ مولانا کے تحریر کردہ دیباچے ،مقدمے اور پیش لفظ ملکی اور بین الاقوامی کتابوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ ''گل رعنا ونزہۃ الخواطر، الہند فی العہد الاسلامی، الثقافۃ الاسلامیہ'' پر معرکۃ الاراء مقدمات وتعارف نامے پائے جاتے ہیں راقم الحروف کی کتاب ''علامہ احقر بنگلوری حیات اور کارنامے'' بھی موصوف کے تبرکاتی کلمات سے آراستہ ہے۔ علامہ ندوی کو اس قدر دیباچے مقدمے اور پیش لفظ لکھنے پڑتے تھے کہ اگر کوئی صاحب ذوق ان دُرِ ہائے بے بہا کو یکجا کردے تو یہ بھی ادب اردو کا گرانقدر سرمایہ بن جائے گا۔ مقدمہ نویسی کا فن بھی کافی مطالعہ اور ریاضت کا طالب ہے ۔ہر انسان کے کلام وسخن سے اس شخص کے عیب وہنر واضح ہوتے ہیں زبان الگ ہوتی ہے موضوع سے متعلق اسلوب الگ ہوتا ہے فنی اصطلاحات بھی جداگانہ ہوتے ہیں۔ عمیق مطالعے کے بغیر کسی پر لب کشائی یا قلم کاری ناممکن ہے۔ علامہ مفکر اسلام کی زندگی اس فن کے لیے وقف ہوچکی تھی۔

6- مکتوبات:

خطوط نگاری، کتاب الٰہی وسنت رسولؐ سے ثابت ہے- تاریخ وادب اس صنف سے معمور ہیں۔ اردو مکتوب نگاری میں مرزا غالب نے انقلاب پیدا کردیا تو علامہ شبلی اور مولانا ابوالکلام آزاد نے ایک رنگ دے دیا تو علامہ مفکر اسلام نے اس فن میں ایک قوس وقزح ہی تیار کردی آپ عالمی شہرت یافتہ عالم بھی تھے اور مفکر بھی، ادیب بھی تھے اور مصلح بھی معلم بھی تھے اور تزکیۃ النفس کے ماہر بھی آپ کے تعلقات کا دائرہ بہت وسیع تھا آپ کی آپ بیتی ''کاروان زندگی'' کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایشیا، یوروپ امریکہ اور افریقہ کے مختلف ممالک کے دانشوروں سے مراسلت تھی مولانا شمشاد علی قاسمی کی تالیف ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اکابر ومشاہیر امت کی نظر میں'' کے مطالعہ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ کی مراسلت دانشوران عالم، علمائے معاصرین، محققین فن، ادبی مشاہیر، معاشرتی رہنما، مصلحین مذاہب اور سیاسی وتعمیری ارکان واعیان سے بھی تھی اور دیگر محققین کے مقالے اور رسائل وکتب بھی شاہد ہیں کہ آپ کے مکتوبات کا بہت بڑا ذخیرہ دنیا بھر میں پھیلا ہوا ہے-

اڑائے کچھ ورق لالہ نے کچھ بلبل نے کچھ گل نے
چمن میں ہرطرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

مولانا کے خطوط سیاسی بھی ہیں اور معاشرتی بھی، تعلیمی بھی ہیں اور تربیتی بھی، اصلاحی بھی ہیں اور دعوتی بھی- مولانا ملک اور بیرون ملک کے کئی علمی، ادبی، مذہبی اور ثقافتی اداروں کے اہم ترین سرپرست تھے اس لیے ہردن خطوط نویسی کا سلسلہ سفر وحضر میں جاری رہتا تھا- مسلم پرسنل لاء بورڈ کے خازن مولانا عبدالکریم پاریکھ نے حضرت علی میاں کے خطوط کا ایک مجموعہ شائع کیا ہے جس میں دوسوبیس خطوط ہیں جو تمام ذاتی ونجی خطوط ہیں مگر ان میں عصر حاضر کے ملکی وغیر ملکی مسائل اور ان کے مشکلات اور پیام انسانیت کی دعوت وکاوشوں کے

علاوہ مذہبی واصلاحی مشورے بھی ہیں-مکتوبات ربانی،مکتوبات شبلی اورمکتوبات آزادوغالب کی طرح حضرت مفکر اسلام نے بھی مشاہیر کے خطوط جمع کیے ہیں-

ا-''مکاتیب یوروپ''اس کتاب میں یوروپی ممالک کے ان مشاہیر کے خطوط شامل ہیں جنہوں نے مولانا علی میاں کی مطبوعات پر اظہار خیال کیا ہے-۲- مکاتیب مولانا الیاس: ان خطوط میں تبلیغی ودعوتی اصول وضوابط کے علاوہ مذہبی امور پر بھی معلومات افزا اشارے ملتے ہیں-

7- وفیات یعنی تعزیتی مقالے:

یہ تعزیتی مقالے خاکہ نگاری کی شکل میں موجود ہیں ان مرحومین سے پہلی ملاقات، آخری ملاقات یا اہم ترین ملاقاتیں ہوئی ہیں یا روابط قائم تھے ان کے اثرات، واقعات اور یادداشتوں کے ساتھ اپنی ثقافتی، علمی، ادبی، سیاسی یا مذہبی تعلقات کے احوال بھی مذکور ہیں یہ تعزیتی خاکے دراصل ان کے معاصرین دوست واحباب بزرگوں استادوں اورعزیزوں کے تاثرات، مشاہدات، واقعات اور معلومات کا دلچسپ مرقع ہیں جن کے مطالعہ سے درد وغم کے فوارے اچھل اچھل کر فضا کو اشک آلود کردیتے ہیں-

''پرانے چراغ''- حصہ اول- حصہ دوم اور حصۂ سوم اپنے احباب کے یادوں کی برات ہے-ان تینوں کتابوں میں اہل کمال، علمی شخصیتوں اورسیاسی ومذہبی رہنماؤں کے تعلقات پرمبنی مرقعے شامل ہیں-

8- آپ بیتی:

کاروان زندگی کی ضخیم سات جلدیں حضرت العلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی سرگذشت حیات ہی نہیں بلکہ اس میں بچپن کے معصوم ارتقائی منازل، جوانی کا احتیاطی عروج، ایک معلم ایک مصنف، ایک مورخ اور ایک داعی اور مصلح کے واقعات وحالات زندگی

رقم کیے گئے ہیں جس میں مشاہدات، تجربات، تحریکات وشخصیات کے مطالعہ کا ماحصل واقعات زندگی میں گھل مل گیا ہے جس سے یہ آپ بیتی دلچسپ وسبق آموز ہوگئی ہے۔ اس کے دوسرے حصے میں 1966 تا 1983 کے واقعات زندگی، مصروفیات واسفار ملک وبیرون ملک کے اہم حوادث وتغیرات کا تاریخی جائزہ لیا گیا ہے۔ تیسرے حصہ میں 1984 سے 1987 تک کے امور خانہ کے ساتھ ملک وملت کے تشویشناک حالات کا حقیقت پسندانہ احاطہ کیا گیا ہے حصہ چہارم میں علمی وادبی مجالس میں شرکت، بابری مسجد کی شہادت کے نتیجہ میں فرقہ وارانہ فسادات کی جھلکیاں اور بیرونی اسفار کا ذکر ہے۔ حصہ پنجم میں 1990 سے 1993 تک تاریخ ہند کے ناقابل فراموش واقعات درج ہیں۔ حصہ ششم میں تاریخی وملی اہم واقعات جو 1994 تا 96 رونما ہوئے ان کے احوال ونتائج مذکور ہیں۔ حصہ ہفتم میں حضرت العلام کی رحلت سے چھ ماہ قبل تک کے واقعات یعنی 1999 جولائی تک کے حالات درج ہیں۔

9- تحقیقی نگارشات علم وادب:

اسلام دشمن عناصر کے خطرناک عزائم کے پیش نظر انہوں نے نسل جدید کی ہدایت کے لیے بہت ہی کارآمد کتابیں شائع کیں جو مغربی تہذیب کے نقائص کا دندان شکن جواب ہیں ان میں

(۱) تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات (۲) ارکان اربعہ (۳) دستور حیات (۴) تزکیہ واحسان (۵) معرکۂ ایمان ومادیت (۶) نقوش اقبال (۷) منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین (۸) مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش (۹) عالم عربی کا المیہ (۱۰) تبلیغ ودعوت کا معجزانہ اسلوب (۱۱) بصائر (۱۲) دین حق اور علمائے ربانی شرک وبدعت کے خلاف کیوں؟ (۱۳) کاروان ایمان ومنصب نبوت (۱۴) تہذیب وتمدن (۱۵) خواتین اوران کی دینی خدمت (۱۶) اسلام اور مستشرقین (۱۷) مبادئ قرآن اوراس کے اصول مطالعہ جیسی اہم کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔

10- خطبات ومقالے :

حضرت مفکر اسلام کے خطبات خواص اور عوام دونوں کے لیے ہوتے تھے یہ سیاسی بھی تھے اور مذہبی بھی، معاشرتی بھی تھے اور اصلاحی بھی، علمی بھی تھے اور ادبی بھی اور تعلیمی بھی تھے وتربیتی بھی- آپ نے مختلف عالمی یونیورسٹیوں، دارالعلوم علمی ادبی اور دینی درسگاہوں میں خطاب فرمایا ہے- سمینار، سمپوزیا اور کنونشن میں مقالے بھی پڑھے ہیں کلیدی خطبات بھی دیے ہیں- علمی مذاکروں اور سالانہ اجتماعات میں صدارتی تقریریں بھی کی ہیں چونکہ آپ عربی واردو محفلوں میں علمی ادبی تحقیقی اور اصلاحی خطبات کے لیے اپنی زندگی ہی وقف کردی تھی- آپ کے خطبات سے استفادہ کے لیے پروفیسرس لکچررس علماء ادباء اور وکلاء کے علاوہ علم وادب کے شیدائی بھی بے چین رہتے تھے آپ قرآن کریم، احادیث نبویہ، تاریخ وسیرت کے آئینہ میں انسانیت ساز اور اخلاق آموز سبق دیتے تھے اس لیے ان خطبات اور مقالات کی اہمیت روز بہ روز بڑھتی گئی-

ملت کے اتحاد کا دیتا رہا سبق
کرتا نہ تھا پسند کبھی باہمی نفاق

مولانا کے خطبات ومقالات اور مواعظ وارشادات کی کتابیں، کتابچے، شربطات (کیاسٹس) اورسی ڈی تیار ہو چکے ہیں جو رابطہ عالم اسلامی، عالمی رابطۂ اسلامی، پیام انسانیت، دینی کونسل، ملی کونسل، تبلیغی اجتماعات، مسلم پرسنل لاء بورڈ، مدارس ودارالعلوم کے جلسہ ہائے دستار بندی میں خواص کی حوصلہ افزائی وعوام کی اصلاح کے لیے نہایت کارآمد ہیں- طلبہ کی تربیت اور مدارس ومکاتب کے اطفال کے لیے بھی مولانا ندوی کی ہدایات وارشادات کافی مؤثر ہوا کرتے تھے اس لیے ان کی بڑی اہمیت وضرورت محسوس ہوتی رہی-

(الف) کنونشنو وکانوکیشنس کے خطابات اور ریڈیائی نشریات کتابوں اور کتابچوں

کی شکل میں موجود ہیں جیسے (۱) کاروان مدینہ (۲) نئی دنیا امریکہ میں صاف صاف باتیں (۳) مغرب سے صاف صاف باتیں (۴) پندرہویں صدی ہجری ماضی وحال کے آئینہ میں۔ (۵) اسلام مکمل دین و مستقل تہذیب (۶) ہندوستانی مسلمان ایک نظر میں (۷) دوانسانی چہرے قرآنی مرقع میں (۸) عصر جدید کا چیلنج اور اس کا جواب (۹) خواص (۱۰) اسلام اور مغرب (۱۱) اسلام اور مستشرقین (۱۲) قادیانیت ایک بغاوت (۱۳) یوروپ، امریکہ اور اسرائیل ایک اظہار حقیقت، انکشاف اور تنبیہ (۱۴) کاروان ایمان ومرتبت (۱۵) تزکیہ واحسان (۱۶) خواتین اور دین کی خدمت (۱۷) حفاظت دین وقیادت مسلمین کے آثار ومراکز وغیرہ۔

(ب) دینی تعلیمی کونسل کے اجلاس میں کی گئی تقاریر وخطابات جیسے (۱) آئندہ نسلوں کے اسلام کی ضمانت (۲) ایمان کی حفاظت اور ذمہ داری (۳) ہندوستانی سماج کی تشکیل میں اسلام کا حصہ (۴) لسانی وتہذیبی جاہلیت کا المیہ اور اس سے سبق (۵) اسلام ایک تغیر پذیر دنیا میں (۶) تبلیغ دین کے اہم اصول (۷) اسلام ایک مکمل دین کی حفاظت۔

(ج) دارالعلوم اور عربی جامعات ومدارس میں کیے گئے خطابات جیسے (۱) دینی عربی مدارس کا تعلیمی تربیتی اور وطنی کردار (۲) بصائر (۳) اسلام کا تعارف (کئی قسطوں میں) (۴) پاجا سراغ زندگی (۵) نبوت محمدی کا چشمۂ فیض (۶) اسلام کے قلعے (۷) علماء ربانی کی ذمہ داریاں۔

(د) رابطۂ عالم اسلامی کے مقالات جیسے (۱) حدیث کا بنیادی کردار (۲) پندرہویں صدی ہجری ماضی اور حال کے آئینہ میں (۳) اسلامی بیداری کی لہر پر ایک نظر (۴) نیا طوفان اور اس کا مقابلہ (۵) حرمین شریفین اور جزیرۃ العرب کے بیرونی مقیمین کی ذمہ داری (۶) محسن عالم (۷) ترکی کی مجاہد ملت اسلامی (۸) امت مسلمہ کی دوہری ذمہ داری۔

(۹) قرآن کا مطالبہ (۱۰) منصب نبوت (۱۱) حق وانصاف کی عدالت (۱۲) اسلامیت ومغربیت کی کشمکش۔

(ھ) عالمی رابطہ ادب اسلامی کے سلسلہ میں شائع شدہ مقالات جیسے (۱) تحریک آزادی میں اسلامی ادب کا حصہ (۲) کل مسلمان اور مکمل اسلام (۳) انسانیت کے محسن اعظم (۴) دو انسانی چہرے قرآنی مرقع میں (۵) مجاہدین آزادی کی خدمات (۶) اطفال کی تربیت میں اسلامی ادب کا حصہ۔

(و) حلقۂ پیام انسانیت کے خطبات ومقالے جیسے (۱) ملک کی آزادی کا صحیح مطلب اور فائدہ (۲) اہم انٹرویو (۳) ہسٹیریا کا دورہ (۴) ملک کا حقیقی مسئلہ اور خطرہ (۵) ایک بہترین ہندوستانی سماج (۶) اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے (۷) نفس پرستی یا خدا ترسی (۸) نفس پرستی اور خود فراموشی (۹) زندگی میں فرد کی اہمیت (۱۰) ملک کی حقیقی حریت (۱۱) موجودہ تہذیب کی ناکامی (۱۲) ایک مقدس وقف اور اس کا متولی (۱۳) خرابی کی جڑ پاپ کی خواہش (۱۴) خود غرضی کا مانسون (۱۵) ہمت شکن تجربے (۱۶) اخلاقی قدریں (۱۷) مادہ پرستی یا روحانیت (۱۸) انسان کی خود پرستی (۱۹) دیس میں زندگی گذارنے کا طریقہ (۲۰) انسان چمن کے پھول یا کانٹے۔

(ز) آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے خطابات:

اس سلسلہ میں تقریباً پچیس مقالات شائع ہو چکے ہیں ان کے علاوہ مختلف تقریبات میں دیے گیے خصوصی خطبات بھی منظر عام پر آئے ہیں مثلاً (۱) شکر کا مقام اور اس کی حقیقت (۲) انبیاء کا مقام اور علماء کی ذمہ داری (۳) انبیاء کا پیغام (۴) سید احمد شہید کی دعوت (۵) آخرت کا ٹکٹ (۶) اسلام کے جانباز سپاہی (۷) کامیابی کا راز (۸) رمضان مبارک کا

پیغام (۹) منڈلاتا خطرہ (۱۰) غیرت کا تقاضہ (۱۱) خلفائے اربعہ کی ترتیب میں حکمت (۱۲) حدیث کی فنی وادبی خصوصیت (۱۳) میری تصانیف کا مرکزی مضمون (۱۴) ہمارا فرض منصبی (۱۵) نجات کا راستہ (۱۶) روشن ستارے (۱۷) مقصد حیات (۱۸) دم توڑتی انسانیت (۱۹) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے امیدیں وتوقعات (۲۰) صد سالہ جشن کا پیغام (۲۱) مسلم پرسنل لا اہمیت وضرورت (۲۲) ظلم کا پیغام (۲۳) پیام انسانیت (۲۴) مسلمانوں کی امتیازی شان (۲۵) انسانیت نما بھیڑیا (۲۶) جمعۃ الوداع کا پیغام، ان کے علاوہ اور بہت سے خطابات زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ بہرکیف اپنی کوتاہی اور تنگ دامانی کے اعتراف کے ساتھ قطب ہند مفکر اسلام کی اردو خدمات پر یہ مختصر اور تشنہ رسالہ اس شعر پر ختم کر رہا ہوں۔

گماں مبر کہ بپایاں رسید کار مغاں
ہزار بادۂ ناخوردہ در رگ تاک ست

ڈاکٹر عبدالحمید اکبر

اردو زبان وادب کی ترقی وترویج میں
مولانا احمد رضاؒ کا حصہ

بِاسمہٖ تعالیٰ وَالصّلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولِہ الاعلیٰ

اس محسوس حقیقت پر غالباً سب ہی کا اتفاق ہے کہ اردو زبان وادب کی ترویج و اشاعت میں، صوفیائے کرام کا اہم رول رہا ہے۔ انھوں نے مذہب کی تبلیغ، مسلک کی ترویج اور مریدین کی تربیت کے لیے اردو زبان کو وسیلہ اظہار بنایا تھا جس سے ضمنی طور پر اس زبان کو تقویت ملی اور اسے پھلنے پھولنے کے بہترین مواقع میسر آئے۔ بقول ڈاکٹر عبدالحق "یہ بزرگ کوئی باضابطہ اس زبان کے ادیب وشاعر نہ تھے یا کم از کم ان کا مقصد اس زبان کی ترقی نہ تھا اور نہ اس کا انہیں کچھ خاص خیال تھا۔ ان کا مقصد ہدایت تھا لیکن اس ضمن میں خود بخود اس زبان کو فروغ ہوتا گیا اور عہد بہ عہد نئے اضافے اور اصلاحیں ہوتی گئیں اور ان کی مثال نے دوسروں کی ہمت بڑھائی جس سے ادب میں نئی شان پیدا ہوگئی۔"

حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ اور حضرت بندہ نواز علیہ الرحمۃ سے لے کر ۱۸۰۰ء تک اردو

زبان کے فروغ میں خالص مذہبی ادب کارفرما رہا۔۱۸۰۰ء میں فورٹ ولیم کالج، دہلی کالج اور نثر غالب کے گہرے نقوش آج بھی تاریخ میں موجود ہیں ۱۹ویں صدی کے نصف آخر میں یہ ارتقاء پذیر زبان جدید نثری ادب کے قالب میں ڈھل گئی جس کے بانی سرسید تھے اور ان کی اکثر تصانیف مذہبی ادب سے متعلق ہیں۔ سرسید اور ان کے رفقاء، حالی، شبلی، محمد حسین آزاد، ڈپٹی نذیر احمد اور محسن الملک جیسے اردو کے عناصر خمسہ کی بیشتر تصانیف مذہبی موضوعات پر لکھی ہوئی ہیں، جو اسلوب کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں، یہ دور زبان کی اصلاح کا دور ہے جس کو عہد زرین سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اردو کے اس عہد زرین میں پہلی جنگ آزادی سے ایک سال قبل 14 رجون 1856 کو بروز دوشنبہ مولانا احمد رضا خان، بریلی شہر کے محلّہ جسولی میں پیدا ہوئے۔ مولانا غلام قادر بیگ بریلوی سے ابتدائی تعلیم، میزان، منشعب تک حاصل کی۔ بقیہ تمام درسی کتابیں اپنے والد بزرگوار مولانا نقی علی خان سے پڑھیں اور صرف ۱۳ سال دس ماہ اور پانچ دن میں علوم متداولہ کی تحصیل و تکمیل کرکے سند فراغت حاصل فرمائی۔ والد بزرگوار نے دستار فضیلت کے حصول کے ساتھ ہی فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد کر دیا اور مولانا احمد رضا خان نے اپنی آخری عمر تک فتویٰ نویسی کے علاوہ دیگر کئی اہم دینی موضوعات پر عربی، فارسی اور اردو میں تقریباً 55 سے زیادہ علوم وفنون پر ایک ہزار کتابیں یادگار چھوڑیں۔ ان میں اکثر کتابیں اردو زبان میں لکھی ہوئی ہیں۔

۱۹ویں صدی کی آخری تین دہائیوں سے ۲۰ویں صدی کی ابتدائی دہائیوں تک علمی فکری، شرعی، تنقیدی اور سائنسی موضوعات پر تحریر کردہ مولانا کی تصانیف میں وہ تمام ادبی محاسن پائے جاتے ہیں جو "عناصر خمسہ" کے ہاں موجود ہیں۔ مولانا کی تصانیف میں ندرت بیان، شوکت الفاظ، جملوں کی برجستگی و شگفتگی، جوش پیام اور شیرینی کلام کے بے شمار نمونے مل جاتے ہیں۔ مولانا کے نثری کارناموں میں ترجمۂ قرآن کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے جو

''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' کے نام سے موسوم ہے- یہ ترجمہ لفظی بھی ہے اور بامحاورہ بھی اس طرح گویا لفظ ومحاورہ کا حسین امتزاج مولانا کے ترجمہ کا خاص وصف ہے- یہ ترجمہ سلیس، شگفتہ اور رواں ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن اور عربیت کے بہت قریب ہے- گویا منشائے ربانی کی صحیح ترجمانی اس ترجمے میں کی گئی ہے- نمونہ ملاحظہ ہو: ''اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمان وزمین میں ہے، وہی عزت وحکمت والا ہے، اسی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت، جلاتا ہے اور مارتا ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے- وہی اول وہی آخر، وہی ظاہر، وہی باطن، اور وہی سب کچھ جانتا ہے- وہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں پیدا کیے، پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے-'' مولانا کوثر نیازی نے جب مولانا احمد رضا خان کے ترجمۂ قرآن کا تنقیدی مطالعہ کیا تو برملا اس کا اعتراف بایں طور کیا کہ ''کنز الایمان'' تمام اردو تراجم میں عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ ہے- یہ عشق رسول کا خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے-'' ادب کسی عقیدے کا پابند نہیں، وہ زبان کی روح اور زندگی کی تفسیر ہوتا ہے- ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں'' ادب کی تخلیق کے سلسلے میں اس بات کی قطعاً کوئی قید نہیں کہ اس میں ادیب نے کسی عقیدے کا اظہار کیا ہے یا سرے سے کسی عقیدے کو پیش بھی کیا ہے یا نہیں، دیکھنا صرف یہ ہے کہ اس نے جو کچھ پیش کیا ہے اس میں خلوص اور فن کا کیا عالم ہے- اگر وہ پر خلوص ہے اور اس کے یہاں تخلیقی عمل توانا ہے نیز وہ اظہار وابلاغ پر بھی قادر ہے تو لامحالہ اس کی تخلیق ادب کے زمرے میں شامل ہوگی چاہے اس نے کیسے ہی تاثر یا عقائد کا اظہار کیوں نہ کیا ہو، یہ ادب کی پہلی شرط ہے-''ڈاکٹر وزیر آغا کے بیان کے تناظر میں مولانا احمد رضا خان کی تحریریں، مذہبی ہوتے ہوئے بھی ادب کا حصہ بن جا تی ہیں- مولانا کی ایک کتاب '' کشف حقائق واسرارِ دقائق'' تصوف کے موضوع پر لکھی گئی ہے جس میں جمالیاتی حسن کا ایک پر کیف منظر ملاحظہ ہو-

''تجلیٔ جمال کے آثار سے لطف ونرمی، راحت وسکون نشاط وانبساط ہے- جب یہ قلب عارف پر واقع ہوتی ہے۔ دل خود بخود ایسا کھل جاتا ہے جیسے ٹھنڈی نسیم سے تازہ کلیاں یا بہار کے مینہ سے درختوں کی کنچھیاں اور تجلی جلال کے آثار سے قہر وگرمی وخون قلب کا ورود ہوتا ہے قلب بے اختیار مرجھا جاتا ہے۔ بدن گھلنے لگتا ہے-''

الغرض ترجمۂ قرآن سے لے کر تصنیف وتالیف تک مولانا احمد رضا خان نے اردو کو اپنے تحقیقی وتنقیدی اور ادبی جواہر پاروں سے مالا مال کر دیا ہے- مولانا نے زندگی بھر نثر نگاری کی اور اردو ادب کے سرمائے میں قابل قدر اضافہ کیا لیکن ابھی تک نہ تو ان کی نثر کی کمیت کا صحیح اندازہ ہو پایا ہے اور نہ کیفیت کا جیسا کہ سب ہی جانتے ہیں کہ ان کی نثر کا موضوع از اول تا آخر دین اسلام رہا لیکن طویل مدت تک لکھنے اور بسیار نویسی کے باعث ان کی نثر کا اسلوب بھی موضوع کے اعتبار سے مختلف ہوتا گیا اس لیے ان موضوعات کے تحت اسالیب کو متعین کرنا اس مقالے میں ممکن نہیں- مولانا کی تمام نثری تصانیف میں ''فتاویٰ رضویہ'' کو فوقیت اور برتری حاصل ہے۔ جس کو اسلام کا انسائیکلو پیڈیا قرار دیا جا سکتا ہے۔ جو دس ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل بارہ ضخیم جلدوں میں محفوظ ہے- یہ ان کا سب سے عظیم ادبی کارنامہ ہے- مولانا نے جس فن کے سلسلے میں قلم اٹھایا اس کی انتہائی تحقیق پیش کر دی ہے۔ جس کی وجہ سے ان کی نثر کا اسلوب نہایت شاندار اور پر شکوہ ہے جاندار اور توانا بھی- ان کا نظریۂ اسلوب افادی اور مقصدی معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ موضوع ہی ان کے یہاں فکری اثاثہ بنتا ہے- ویسے مولانا نے عمدہ تزئین وآرائش کی طرف توجہ نہیں کی اس کے باوصف ان کے جملوں میں اندرونی آہنگ پیدا ہو جاتا ہے جو ایک لطیف سی مٹھاس لیے ہوئے ہوتا ہے- ان کے اسلوب نگارش کا رعب اور دبدبہ اس وقت دیدنی ہوتا ہے جب کسی مخالف یا کسی گستاخ رسول کی خبر لیتے ہوں- بہر کیف زبان وبیان پر مولانا کو اس قدر عبور حاصل ہے کہ محاورات مستعملہ کو یکجا کیا جائے تو ایک ضخیم لغت تیار ہو سکتی ہے-نثری تصانیف کے علاوہ مولانا

احمد رضا خان نے میدان شعر میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔نعت رسولؐ ان کی شعری شناخت ہے۔ انہوں نے اردو نعت کو بہت سے نئے خیالات ،محاورات، تلمیحات اور مرکبات عطا کیے ہیں۔انھیں اردو نعت نگاری کی تاریخ میں بلند مقام حاصل ہے۔مولانا نے تمام مروجہ اصناف سخن میں شعر کہے ہیں جو فصاحت و بلاغت، شگفتگی و برجستگی رمزو ایماء، مجاز مرسل، تشبیہات واستعارات، کنایات اورفنی کمالات کا بہترین مرقع ہیں آپ کی شاعری میں محاورات کا استعمال کثرت سے پایا جاتا ہے۔غالباً یہ واحد عالم دین ہیں جنہوں نے نظم ونثر دونوں میں اردو کے بے شمار محاورات استعمال کیے ہیں گویا اپنی علمیت سے اردو شاعری میں تابنا کی پیدا کی ہے۔ان میں بعض محاورات تو ایسے ہیں کہ اگر انھیں رضا بریلوی استعمال نہ کرتے تو ممکن تھا کہ وہ متروک ہو جاتے۔بلاشبہ انہوں نے اردو ادب کو جلا بخشی ۔اس کی آبیاری کی اور قصر اردو ادب کی تعمیر میں بھر پور حصہ لیا۔اردو شاعری اپنے دامن میں مقدار و معیار ہر دو اعتبار سے نعتوں کا عظیم سرمایہ رکھتی ہے اردو کا کوئی ایسا معقول شاعر نہیں جس نے نعت رسولؐ میں کم از کم ایک یا دو شعر نہ کہے ہوں۔مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے عہد میں مولانا غلام شہید، مولانا حسن رضا بریلوی، آسی غازی پوری، محسن کا کوروی اور امیر مینائی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ان تمام میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا مقام اور انکا کلام کئی جہات سے ممتاز اور منفرد نظر آتا ہے۔اس امتیازی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ اردو کا کوئی بھی نعت گو مولانا سے زیادہ وسیع المعلو مات، اسرار شریعت کا راز داں، کتاب وسنت کے بحر ذخار کا سچا شناور اور صاحب فضل وکمال نہیں ہوا۔اس لیے کہ انہوں نے قرآن سے نعت گوئی سیکھی اور حضرت حسان جیسے آشنائے منزل کو خضرِ راہ بنایا۔مولانا کے کلام میں حضورؐ سے عشق کا سمندر متلاطم ہے۔وہ نہایت کامیابی کے ساتھ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔اس کے علاوہ انہیں زبان و بیان الفاظ و محاورات اور صنائع بدائع پر بلا کی قدرت حاصل ہے۔اس لیے ان کے اشعار کا حسن اور اثر سہ چند ہو گیا۔اکثر اشعار میں زبان و بیان کی خوبی اور

محاورہ وروزمرہ کے حسن نے کئی کئی صنعتیں پیدا کر دی ہیں جن میں صنعتِ مراعاۃ النظیر ،صنعت تجنیس، صنعت اشتقاق،صنعت تلمیح، صنعت تنسیق الصفات، صنعت طباق،صنعت تضاد،صنعت ایہام،صنعت تجاہل عارفانہ،صنعت لف ونشر،صنعت حسن تعلیل وغیرہ مولانا کے کلام میں کثرت سے پائی جاتی ہیں-جن میں،عربی،فارسی،ہندی،اوراردو چارزبانوں کے الفاظ شامل ہیں-

شعر ملاحظہ ہو:

لم یاتِ نظیرُکَ فی نظرِ مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تو رے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

حسن تعلیل میں مولانا نے رنگارنگ گل کھلائے ہیں چند اشعار حاضر ہیں:

ہلال کیسے نہ بنتا کہ ماہ کامل کو
سلام ابروئے شہ میں خمیدہ ہونا تھا

اس شعر میں ہلال کے خمیدہ ہونے کی جو وجہ بتائی ہے وہ تو حسن تعلیل کے ذیل میں آتی ہے پھر ہلال سے ابرو کی تشبیہ اور ماہ کامل کا ہلال بننا وغیرہ شعر کے لطف کو دو چند کر رہے ہیں-

دنیائے شاعری کی پسندیدہ شئے محاورات کا استعمال ہے-اگر چہ تمام کلام رضا میں جو محاورات استعمال ہوئے ہیں ان کی تفصیل کے لیے اس مختصر مضمون میں گنجائش نہیں تاہم بعض منتخب اشعار پیش ہیں ان میں حسن زبان و بیان اور لطف و جمال کے ساتھ ساتھ محاورہ بندی کی بہار دیکھیے:

(۱) چاندنی ڈھلنا

ماہ مدینہ اپنی تجلی کرے
یہ ڈھلتی چاندنی پہر دوپہر کی ہے

(۲) ہرا بھرا رہنا

یارب ہرا بھرا رہے داغ جگر کا باب
ہر مہ مہِ بہار ہو ہر سال سال گل

(۳) ٹکڑوں پر پلنا

تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ ترا

(۴) ناز اٹھانا

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں

(۵) دم میں دم آنا

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

مولانا چوں کہ شاعری کے تمام رجحانات سے واقف تھے اس لیے اساتذۂ سخن کے رنگ میں بھی کامیاب شعر کہے ہیں۔

ڈاکٹر سراج احمد بستوی کے بموجب اردو میں لکھی گئیں مولانا کی ادب سے متعلق چند کتابوں کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	کیفیت	موضوع
(۱)	حدائق بخشش	اردو عربی فارسی	مطبوعہ	منتخب دیوان نعت و منقبت
(۲)	فضائل فاروق	اردو	ناتمام	سیدنا فاروق اعظمؓ کے

مناقب منظوم

(۳)	ذریعہ قادریہ	اردو	مطبوعہ	نظم ونعت ومنقبت غوث پاکؒ
(۴)	مشرقستانِ قدس	اردو	مطبوعہ	قصیدۂ مدحیہ حضرت نوری میاں
(۵)	چراغ انس	اردو	مطبوعہ	قصیدۂ مدحیہ درشانِ حضرت تاج الفحول بدایونی علیہ الرحمۃ
(۶)	حضور جان نور	اردو	مطبوعہ	حاضریٔ اقدس کے موقع پر نعت کہی گئی
(۷)	نعت واستعارات	اردو	ناتمام	نعت شریف کا رسالہ پرمغز استعاروں پر مشتمل
(۸)	سراپا نور	اردو	ناتمام	قصیدۂ نور ساٹھ مطلعوں پر مشتمل
(۹)	مناقب صدیقہؓ	اردو	ناتمام	حضرت ام المومنین کی منقبت
(۱۰)	نذر گدا در تہنیت شادی اسریٰ	اردو	مطبوعہ	معراج اقدس کا بیان
(۱۱)	الزمزمۃ القمریہ فی الذب عن الخمیر یہ	اردو	مبیضہ	قصیدۂ غوثیہ پر اعتراضات کے جواب میں
(۱۲)	مشرقستانِ اقدس	اردو	مطبوعہ	قصیدۂ مشرقستانِ اقدس پر اعتراضات کا جواب

مولانا کی مذکورہ ادبی کتابوں میں ''نعت واستعارات'' صنعت نعت کا پرمغز، معلوماتی

اور فن شاعری کا نہایت اہم رسالہ ہے- اس کی افادیت کا اندازہ خود اس کے نام سے ہی ہو جاتا ہے اور یہ رسالہ چھپ جاتا ہے تو اپنی وقعت و اہمیت کے اعتبار سے مولانا حالی کی کتاب مقدمہ شعرو شاعری'' کا ہم نوا ہو سکتا ہے-

حضرت رضا بریلوی علاقائی اور مقامی بولیوں پر بھی عالمانہ دسترس رکھتے تھے- ان پر نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علاقائی اور مقامی بولیوں سے بھی کس حد تک واقفیت رکھتے تھے- وہ الفاظ یا وہ بولیاں جو مختلف بلاد و امصار کے علاقوں میں بولی جاتی تھیں یا بولی جاتی ہیں معنوی نگاہ سے ادب میں جگہ پا جانے کی مجاز تھیں مگر رضا بریلوی کے عہد تک کے شاعروں اور ادیبوں کی فکری جولان گاہ بننے سے محروم رہ گئی تھیں- جب ہم اس نقطۂ نظر سے حضرت رضا بریلوی کے کلام کا جائزہ لیتے ہیں تو اس طرح کے الفاظ ان کے نعتیہ کلام میں پہنچ کر نئی معنویت حاصل کر لیتے ہیں- آج واقعی اردو کی لغت میں، لہرا نورکا، اعلیٰ نورکا، اہلا نورکا، توڑا نورکا، وغیرہ جیسے الفاظ شامل نہ ہوتے اگر مولانا رضا بریلوی ان کو اپنی نعتوں میں استعمال نہ کرتے-

حضرت رضا کی بہت سی نعتیں مقامی بولیوں کی آئینہ دار ہیں- ان کی ایک شہرۂ آفاق نعت جو محاسبۂ نفس سے متعلق ہے مکمل طور پر مقامی بولیوں کی رنگ میں رنگی ہوئی ہے- اس نعت کے چند شعر پیش کیے جاتے ہیں:

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوا لی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھڑی تا کی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

سونا پاس ہے سُونا بَن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے مٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے
جگنو چمکے ، پتّہ کھڑ کے مجھ تنہا کا دل دھڑ کے
ڈر سمجھائے کوئی پَون ہے یا آگیا بیتالی ہے

ان متذکرہ تمام شواہد کے پیش نظر دور قدیم سے لے کر آج تک اگر اردو نعتیہ شاعری کا فنی یالسانی تجزیہ کیا جائے تو اکابر نعت گوشعراء میں مولانا احمد رضا خاں کا اردو زبان کی ترقی وترویج میں وافر حصہ نظر آتا ہے- مولانا احمد رضا خاں بریلوی صرف شاعری پر ہی اکتفا کر لیتے تو آج اردو دنیا میں ان کا مقام میر وغالب سے کم نہ ہوتا-

مولانا کی اردو میں تحریر کردہ سینکڑوں کتابوں، رسالوں اور ہزاروں فتوؤں کو اگر پھیلادیا جائے تو کوئی عجب نہیں کہ وہ زائداز بیس ہزار صفحات پر مشتمل ہوں گے جن میں عربی، فارسی، ہندی، سنسکرت اور مقامی بولیوں کے الفاظ کے علاوہ محاورہ اور روزمرہ، تشبیہات واستعارات اور نئے الفاظ کے استعمال کے ذریعے مولانا نے ہزاروں الفاظ کے ذخیرے کو اردو زبان کے دامن سے وابستہ کردیا جو بجائے خود ایک عظیم خدمت ہے غالباً یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کی (25) پچیس یونیورسٹیوں اور (13) تیرہ دیگر اداروں میں مولانا احمد رضا خاں کی فکروفن کے حوالے سے ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالے لکھے جارہے ہیں- مولانا نے خود اپنے بارے میں کہاہے-

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکّے بٹھا دیے ہیں

شکر گزار ہوں کہ ارباب کرناٹک اردو اکادمی نے ہماری ریاست میں پہلی بار سمینار کے ذریعہ علمائے کرام کی اردو زبان وادب کی خدمات کا جائزہ لیا اور مجھ ناچیز کو بھی اس موضوع پر اظہار خیال کا موقع عطا فرمایا- شکریہ

ماخذ ومراجع

نمبر شمار	نام کتاب/رسالہ	مصنف/مدیر
۱	کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن	حضرت مولانا امام احمد رضا خان بریلویؒ
۲	حدائق بخشش	حضرت مولانا امام احمد رضا خان بریلویؒ
۳	کشف حقائق واسرار دقائق	حضرت مولانا امام احمد رضا خان بریلویؒ
۴	ماہنامہ "المیزان" ممبئی کا امام احمد رضا نمبر مارچ ۱۹۷۶ء	مولانا سید محمد جیلانی محامد
۵	"پیغام رضا" کا امام احمد رضا نمبر جولائی ۱۹۹۶ء	مولانا رحمت اللہ صدیقی
۶	امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری ایک تحقیقاتی مطالعہ ۱۹۹۷ء	ڈاکٹر سراج احمد بستوی ایم اے پی ایچ ڈی
۷	امام احمد رضا، ارباب علم ودانش کی نظر میں دسمبر ۱۹۹۶ء	مولانا یٰسین اختر مصباحی
۸	سالنامہ - یادگار رضا" اگست ۱۹۹۴ء	مولانا سعید نوری، صدر، رضا اکیڈمی - ممبئی
۹	امام احمد رضا "ملک سخن" کے شاہ	مولانا عقیل احمد خان اکبری (علیگ)
۱۰	کلام رضا کا علمی وفنی جائزہ ۱۹۸۲ء	اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی وڈاکٹر غلام مصطفیٰ
۱۱	فتاویٰ رضویہ کی انفرادی خصوصیات	مولانا عبد الحکیم شرف قادری

۱۲	امام احمد رضا حقائق و معلومات کے اجالے میں	مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی
۱۳	ماہنامہ ''جام نور'' کا رئیس القلم نمبر ۲۰۰۲ء	مولانا خوشتر القادری (نبیرۂ علامہ ارشد القادری)
۱۴	تنقید و احتساب	ڈاکٹر وزیر آغا
۱۵	سہ ماہی، افکار رضا، ممبئی جنوری-مارچ ۱۹۹۷ء	اپریل-جون ۱۹۹۷ء اپریل-جون ۱۹۹۸ء جنوری-مارچ ۲۰۰۰ از: تحریک فکر رضا-ممبئی

کرناٹک اردو اکادمی کی ادبی وتہذیبی سرگرمیاں
برائے 2002-2003

نشان سلسلہ	تاریخ	پروگرام کی تفصیل	مقام
1	5/جولائی 2002 تا 26/جولائی 2002	تحتانوی مدارس میں سائنس و ریاضی کی تدریس کے لیے بذریعہ ورکشاپ اساتذہ کے میانول کی ترتیب۔ شرکاء: محمد عبد القادر (بی ایس سی، بی ایڈ، گلبرگہ۔ عبد السعید (بی ایس سی، بی ایڈ)۔ محمد صلاح الدین (بی ایس سی ، بی ایڈ)۔ مسعود عبد الخالق (بی ایس سی ، بی ایڈ)۔ محمد عبد القادر (بی ایس سی ، بی ایڈ، بنگلور)۔ سید ناظم الدین (بی ایس سی ، بی ایڈ) مومنہ بیگم (بی ایس سی، بی ایڈ)۔ شاہین زہرہ (بی ایس سی ، بی ایڈ)۔ روح افرا بیگم (بی ایس سی، بی ایڈ)۔ صلاح کار: ڈاکٹر انور مینائی، خالد عرفان، شاکرہ بیگم، رگھوتم راؤ دیسائی۔	ریجنل انسٹی ٹیوٹ آف انگلش جامعہ بنگلورو دفتر کرناٹک اردو اکادمی، بنگلور

2	18اگست2002	سمینار و نعتیہ مشاعرہ۔ سمینار بعنوان ''اردو زبان وادب کی ترقی وترویج میں علمائے کرام کا حصہ''۔ پہلی نشست زیر صدارت جناب وہاب عندلیب صدر اکادمی۔ دوسری نشست زیر صدارت پروفیسر محمد ہاشم علی۔ افتتاحی تقریر حضرت مولانا مفتی اشرف علی صاحب۔ مقالہ نگار: ڈاکٹر عبد الحمید اکبر (مولانا رضا احمد خان کی خدمات)۔مولانا سید مصطفیٰ رفاعی جیلانی ندوی (مولانا سلیمان ندوی کی خدمات)۔ پروفیسر عبد الاحد (مولانا مودودی کی خدمات)۔ پروفیسر ہاشم علی (مولانا آزاد کی خدمات)۔ مولانا سید قدرت اللہ باقوی (مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی خدمات)۔ پروفیسر عقیل ہاشمی (مولانا عبد الماجد دریابادی کی خدمات)۔ کنو ینر سمینار: ڈاکٹر جہاں آرا بیگم۔ نعتیہ مشاعرہ: زیر صدارت گوہر تریکیروی۔ شریک شعرا : ضیا میر، پروفیسر مسعود سراج،	انسٹی ٹیوٹ آف انجینئرس میسور

		پروفیسر عقیل ہاشمی، پروفیسر یس یم عقیل، منیر احمد جامی، ڈاکٹر جمال محمد، شفیق عابدی، سید احمد راحل، محبّ کوثر، صلاح الدین کشور، قدوس ناظم، اثر سعید، عارف متین، عبدالقادر عارف، سہیل نظام، منظور احمد بیجاپوری، عزیز عرشی اور ڈاکٹر عرفان ریاضی ۔ نظامت : محبّ کوثر۔	
3	7/اکتوبر تا 11/ اکتوبر 2002	انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ماس کمیونی کیشن نئی دہلی کے اشتراک سے میڈیا رائٹنگ اور اردو صحافت سے متعلق پانچ روزہ سمینار اور ورکشاپ۔ کرناٹک کے اردو اخبارات و رسائل کی نمائش کا افتتاح: بدست اقبال احمد سرڈگی، یم پی۔ سمینار و ورکشاپ کا افتتاح: بدست لکشمی نارائن ڈپٹی کمشنر گلبرگہ۔ کلیدی خطبہ ظہورالحق سینئر ریسرچ آفیسر آئی آئی ایم سی نئی دہلی۔ صدارت وہاب عندلیب۔ خیر مقدم خلیل احمد رجسٹرار۔ مقالات: ”کالم نگاری خصوصیت و اہمیت“ حامد اکمل سینئر اسکرپٹ رائٹر	فنکشن ہال، فاران پی یو کالج، گلبرگہ

		ای ٹی وی اردو۔ ''اردو صحافت امکانات و اقدامات'' میر بدرالدین علی مدیر سالار بنگلور۔ ورکشاپ: زیر صدارت ڈاکٹر محمد ہاشم علی۔ نظامت: محبّ کوثر۔	
	8/اکتوبر	صدارت جناب میر بدر الدین علی۔ مقالات: ''صحافتی زبان اردو کے حوالے سے'' ڈاکٹر انیس صدیقی۔ ''اردو زبان کی ترقی میں صحافت کا رول'' سید مجیب الرحمٰن۔ ''صحافتی اصول اور اخبارات کی ترتیب و تدوین'' محترمہ سیدہ روبینہ تسنیم قادری ریسرچ اسکالر۔ ورکشاپ: زیر صدارت جناب ولی احمد صدر مدرس جواہر ہند اسکول۔ نظامت صلاح الدین کشور۔	
	9/اکتوبر	صدارت سید مجیب الرحمٰن ۔ مقالات: ''صحافت پر الیکٹرنک میڈیا کے اثرات'' اسلم فرشوری پرڈیوسر، ای ٹی وی، اردو۔ ''اردو اخبارات اور علاقائی اخبارات میں خبروں کی ترتیب'' حکیم شاکر مدیرُ دور حاضر۔ ''اردو رسائل اور ان کے مسائل'' رحمٰن آذر	

		سینئر صحافی ۔ نظامت محبّ کوثر۔ ورکشاپ: زیر صدارت ڈاکٹر رفیعہ قادری لکچرار اردو بی بی رضا ڈگری کالج گلبرگہ۔ نظامت: صلاح الدین کشور۔	
	10راکتوبر	صدارت: پروفیسر حمید سہروردی صدر شعبہ اردو جامعہ گلبرگہ۔ مقالات: ''اردو صحافت اور خواتین سے متعلق تحریریں'' محترمہ رخسانہ سلطانہ ریسرچ اسکالر جامعہ گلبرگہ۔ ''اردو صحافت اور ترجمہ نگاری'' فاروق حنان مدیر اعلیٰ جوہر صحافت بلگام۔ ''آج کے اخبارات اور سیکولرزم'' محترمہ رابعہ بیگم لکچرار سیاسیات بی بی رضا کالج، گلبرگہ۔ ورکشاپ: زیر صدارت جناب ظہور الحق۔ مہمان خصوصی محترمہ کوثر پروین۔ نظامت صلاح الدین کشور۔	
	11راکتوبر	صدارت: امجد جاوید لکچرار نیشنل پی یو کالج، گلبرگہ۔ مقالات: '' اخبارات کا معاشی موقف اور سرکیولیشن'' حامد صفی سابق رجسٹرار پیش کردہ رگھوتم راؤ دیسائی۔ اختتامی اجلاس	

		سہہ پہر تین بجے ،صدارت وہاب عندلیب صدر اکادمی۔ مہمانان خصوصی: جناب کے یم عارف الدین مدیر اعلیٰ 'ہمارا عوام'، حیدر آباد ،حضرت سید شاہ محمد الحسینی سجادہ نشین روضہ بزرگ۔ اظہار تشکر: ڈاکٹر فہیم الدین پیرزادہ۔	
4	13/اکتوبر 2002	سمینار: بعنوان ''تعلیمی اداروں میں اردو شعر و ادب کی تدریس''۔پہلی نشست ،صدارت جناب وہاب عندلیب۔ مہمانان خصوصی، لئیق الدین اڈوکیٹ، جناب عبد الجبار اڈوکیٹ، محترمہ بی جی زمابائی (کنڑ شاعر)۔ مقالات: ''اردو تدریس میں میڈیا کا رول'' جناب اسلم فرشوری سینئر پروڈیوسر ای ٹی وی اردو ۔ ''غزل کی تدریس'' ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید۔ ''قواعد کی تدریس'' ڈاکٹر خالد سعید صدر شعبہ اردو کرناٹک کامرس کالج بیدر۔نظامت: ڈاکٹر پیرزادہ فہیم الدین ۔ اظہار تشکر: قاضی ارشد علی مدیر سرخ زمین (کنویز)۔۔ دوسری نشست:	اردو ہال، صدیق شاہ تعلیم بیدر

نمبر	تاریخ	تفصیل	مقام
		صدارت سید شاہ مدار عقیل صدر شعبہ اردو کوئمپو یونیورسٹی۔ مہمان خصوصی قیصر رحمن سینئر صحافی۔ مقالات: ''افسانہ کی تدریس'' ڈاکٹر اکرام باگ کھوبا ڈگری کالج بسوا کلیان۔ ''تحقیق و تنقید کی تدریس'' پروفیسر محمد انور الدین سنٹرل یونیورسٹی حیدر آباد۔ ''نظم کی تدریس''، توفیق احمد۔ نظامت صلاح الدین کشور۔	
5	13/ اکتوبر 2002	شب غزل اور ''دل ہی تو ہے'' کیسٹ کی رسم اجراء۔ افتتاح بذریعہ شمع افروزی پروفیسر سلیمان اطہر جاوید۔ ممتاز گلوکارہ ونتی راجو کی آواز میں غزلوں کا کیسٹ ''دل ہی تو ہے'' کی رسم اجراء بدست جناب وہاب عندلیب۔ ساز پر غزلیں محترمہ ونتی راجو (بنگلور)۔ جناب خالد اقبال (حیدر آباد)۔ جناب علی اقبال (بیدر)۔ نظامت و اظہار تشکر محب الکوثر۔	اردو ہال صدیق شاہ تعلیم، بیدر

6	17/اکتوبر 2002 تا 26/اکتوبر 2002	ابتدائی و ثانوی اردو اساتذہ کی تربیت با اشتراک اردو ٹیچنگ اینڈ ریسرچ سنٹر لکھنو۔ا ۔تربیت کار: مہاراج کشن پرشاد کول، ڈاکٹر جمال محمد، جناب وہاب عندلیب، پروفیسر م ن سعید، پروفیسر سلیمان اطہر جاوید، ڈاکٹر اقبال النساء، جناب یوسف عارفی۔	گورنمنٹ پی یو کالج، اولڈ فورٹ روڈ، بنگلور
7	26/اکتوبر 2002	بین الریاستی مشاعرہ۔ خیر مقدم جناب وہاب عندلیب صدر اکادمی۔ صدارت جناب سید یسین یم یل اے رائچور۔ مہمان خصوصی عمر صاحب سابق یم یل اے+ کنویز جناب قدوس ناظم رکن اکادمی۔ نظامت محب کوثر۔ مہمان شعرا محترمہ شیاما سنگھ صبا رائے بریلی، کاوش بدری آمبور، صلاح الدین نیر حیدر آباد، رحمٰن جامی حیدرآباد، رئیس اختر حیدر آباد، محترمہ ماہ جبیں نجم میسور، اسد اعجاز بنگلور، مبین منور بنگلور، الف احمد برق بنگلور، ڈاکٹر خالد سعید بیدر، تنہا تماپوری تماپور، زرتاج سحر ہاشمی پربھنی، نصیر احمد نصیر گلبرگہ، معین محمود گلبرگہ، وقار ریاض گلبرگہ،	شری سدراماپا جمبل دانی رنگ مندر، رائچور

		میزبان شعراء: شیدا رومانی، وحید واجد، ناظم خلیلی، افتخار شکیل، فیض الرحمٰن فیض۔	
8	یکم نومبر 2002	دفتر کرناٹک اردو اکادمی واقع نروپتنگا روڈ بنگلور کی منتقلی	کنڑا بھون، بنگلور۔۲
9	6/نومبر 2002	جلسہ رسم اجراء۔ کیوڑے کا بن (سلیمان خطیب) کا کنڑا منظوم ترجمہ 'کیدگیا بنا، (مترجم ریون سدیا ردرا سوامی مٹھ) رسم اجراء بدست محترمہ رانی ستیش اور 'وچنا نجلی، (اکا مہادیوی کے وچنوں کا اردو منظوم ترجمہ، شاد باگل کوٹی)۔ رسم اجراء بدست شری سوم شیکھر ڈائرکٹر کنڑا اینڈ کلچر۔ خیر مقدم جناب خلیل احمد رجسٹرا اکادمی۔ اظہار خیال: غوث محی الدین شرہٹی سابق ڈائرکٹر اے آئی آر دور درشن کیندرا بنگلور۔ ڈاکٹر شمیم ثریا پرنسپل۔ پروفیسر عبد المجید خان۔ جناب محمد جلال الدین پرنسل (موظف)۔ جناب ویر بھدرا سپی صدر انجمن ادیبان نو (کنڑا)۔ نظامت جناب صلاح الدین کشور رکن اکادمی۔ اظہار تشکر جناب لیس یم عقیل۔	'نینا، کنڑا بھون، جے۔سی۔ روڈ، بنگلور۔۲

نمبر	تاریخ	تفصیل	مقام
10	10ردسمبر 2002 تا 19رد سمبر 2002	ضلع بلاری کے اردو اساتذہ کے لیے اُورینٹیشن کورس بہ اشتراک اردو ٹیچنگ اینڈ ریسرچ سنٹر لکھنو۔ زیر نگرانی: مہاراج کرشن کول کوآرڈینیٹر اردو پروگرامس، اردو ٹیچنگ اینڈ ریسرچ سنٹر لکھنو۔ کنویز ڈاکٹر فہیم الدین پیرزادہ۔ صلاح کار: وہاب عندلیب، جناب بی یم صادق، ڈاکٹر خالد سعید، ڈاکٹر جلیل تنویر۔	پھول بن پی یو کالج، ہوسپیٹ
11	19رجنوری 2003	بین المدارس تحریری، تقریری و کوئز مقابلے برائے طلبہ و طالبات، پنجم تا ہفتم (ضلعی سطح پر) زیر صدارت محمد لطف اللہ رکن اکادمی۔ حکم: جمیل احمد جمیل، محترمہ میمونہ تسنیم، مجیبہ سلطانہ، انجم رفعت، سعیدہ بانو، عبد القادر۔ نظامت: سید حفیظ الرحمٰن ای سی او اردو۔	مہر النساء ماڈل اسکول، ہاسن
12	29رجنوری 2003	یوم تعلیمی بیداری۔ صدارت جناب وہاب عندلیب۔ خیر مقدم خلیل احمد رجسٹرار۔ مہمانان خصوصی: مولانا مفتی اشرف علی باقوی امیر شریعت کرناٹک، ڈاکٹر نذیر احمد سابق یم ایل اے۔	گبی ویرنا کلا مندر، ٹمکور

		یس شفیع احمد سابق یم یل اے، کنو یز عارف متین۔	
13	2/فروری 2003	بین المدارس تحریری ، تقریری و کوئز و بیت بازی مقابلے۔ تقسیم انعامات: بدست جناب منصور احمد میکانیکل انجینئر۔ کنو یز: ڈاکٹر یس یم عقیل (رکن اکادمی)	سہیادری کالج، شیموگہ
14	5/فروری 2003	بین المدارس و بین الکلیاتی اردو تحریری، تقریری، غزل گوئی ، لطیفہ گوئی اور کوئز مقابلے۔ افتتاح بذریعہ شمع افروزی: محترمہ تسنیم فاطمہ پرنسپل مونٹین ویو کالج۔ صدارت: محترمہ حنا روحی۔ مہمانان خصوصی: جناب امجد علی انسپکٹر آف اسکولس، جناب محمد جعفر لکچرر، محترمہ شاہنواز بانو شاہین، جناب شفیق احمد/ جناب شبیر احمد۔ جلسہ تقسیم انعامات۔ صدارت محترمہ حنا روحی۔ مہمانان خصوصی جناب اشفاق احمد پٹیل صدر نشین ضلع وقف کمیٹی/ جناب اکمل آلدوری۔ تقسیم انعامات: بدست جناب محمد	فرقانیہ شادی محل، چکمگلور

		غوث معتمد سن رائز اسکول۔ جناب ڈی محمد ابراہیم صدر متولیان مساجد، جناب محمود اؤد کافی پلانٹر۔اظہار تشکر: جناب غفار بیگ۔	
15	4رفروری 2003	بین الکلیاتی اردو تحریری تقریری و کوئز مقابلے برائے پری یونیورسٹی و ڈگری کالج اور پوسٹ گریجویشن۔ کنوینر فریدہ رحمت اللہ، معاون پروفیسر نصرت جہاں۔ مہمان خصوصی جناب خالد عرفان، جناب یوسف عارفی۔ نظامت: حلیمہ فردوس	مہارانیس آرٹس کالج، شیشادری روڈ، بنگلور
16	4رفروری 2003	جلسہ تقسیم انعامات بضمن بین المدارس و بین اکلیاتی تحریری، تقریری و کوئز مقابلہ جات۔ صدارت جناب وہاب عندلیب، مہمان خصوصی ڈاکٹر شمیم ثریا۔ کنوینر محبّ کوثر۔ معاون کنوینر: غضنفر اقبال سہروردی۔	بی بی رضا ڈگری کالج، گلبرگہ
17	9رفروری 2003	بین الکلیاتی تحریری، تقریری، کوئز و بیت بازی مقابلے۔ تقسیم انعامات: بدست پروفیسر ہویا گوڑا پرنسپل سیادری کالج، کنوینر: ڈاکٹر لیس یم عقیل۔	سہیادری سائنس کالج شیموگہ

گورنمنٹ جونیر کالج فار بوائز، کپل	کپل میں یوم تعلیمی بیداری کا انعقاد با اشتراک مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی اسٹڈی سنٹر کپل۔ صدارت جناب وہاب عندلیب (صدر اکادمی)۔ افتتاح ذریعہ شمع افروزی شری سنگنا کرڈی یم یل اے۔ مہمانان: شری گوڈر پرنسپل گورنمنٹ جونیر کالج، مسعود عبدالخالق معتمد ہیومن اتیج اسوسی ایشن گلبرگہ، ڈاکٹر یم بی دلشاد پرنسپل انجمن ڈگری کالج دھارواڑ، قاضی ضیاء اللہ ریجنل ڈائرکٹر مولانا آزاد ریجنل سنٹر، بنگلور۔ ناظم: ڈاکٹر پیرزادہ فہیم الدین رکن اکادمی۔ معاون: سید غوث پاشا کوآرڈی نیٹر مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، اسٹڈی سنٹر کپل۔	9رفروری 2003	18
المبارک پرائمری و گرلس انگلش اسکول، منی ریڈی پالیہ، بنگلور	تحریری، تقریری و کوئز مقابلے پانچویں تا ساتویں مہمان خصوصی: مولانا حنیف افسر عزیزی، اتیج آر لطف اللہ شریف (کنوینر)	9رفروری 2003	19

20	10رفروری 2003	بین المدارس و بین الکلیاتی تحریری، تقریری و کوئز مقابلے اور جلسہ تقسیم انعامات۔ زیر صدارت عارف متین۔ مہمان خصوصی: عبد السلام بیگ (ڈی سی آر ٹی، موظف)، نجیب اللہ خان نوڈل آفیسر تعلیمی کمیٹی ٹمکور، مولانا امتیاز احمد عمری۔	حضرت مدار شاہ شادی محل، ٹمکور
21	10رفروری2003	بین المدارس تحریری، تقریری، کوئز اور غزل خوانی مقابلہ جات۔ کنوینر: ڈاکٹر سہیل نظام رکن اکادمی۔	سردار محبوب علی خان اسکول، ہبلی
22	16رفروری 2003	تحریری، تقریری و کوئز مقابلے آٹھویں تا دسویں۔ زیر نگرانی محترمہ مہر تاج پرنسپل۔ ایچ آر لطف اللہ شریف (کنوینر)	المبارک پرائمری و گرلس انگلش اسکول، منی ریڈی پالیہ، بنگلور
23	16رفروری 2003	تحریری، تقریری، کوئز اور غزل خوانی مقابلہ جات برائے طلبہ وطالبات پی یو کالج۔ کنوینر ڈاکٹر سہیل نظام (رکن اکادمی)	انجمن پی یو کالج دھارواڑ

24	21رفروری 2003	تحریری ،تقریری مقابلے برائے اردو ابتدائی و ثانوی مدارس و کالجس ۔کنویز ڈاکٹر منظور احمد انعامدار (رکن اکادمی)	بیجاپور
25	22رفروری 2003	تحریری ،تقریری ،کوئز اور غزل خوانی مقابلہ جات برائے طلبہ و ڈگری کالج۔ کنویز: ڈاکٹر سہیل نظام (رکن اکادمی)	انجمن ڈگری کالج ،دھارواڑ
26	23رفروری 2003	تحریری ،تقریری ،کوئز و بیت بازی مقابلہ جات برائے طلبہ و طالبات پوسٹ گریجویشن۔ تقسیم انعامات 25رفروری 2003 بدست پروفیسر مسعود سراج جامعہ میسور شریمتی شاردا پانڈے ۔کنویز: ڈاکٹر ایس یم عقیل۔	شعبہ اردو کوئمپو یونیورسٹی شیموگہ
27	23رفروری 2003	کل ریاستی سمینار :بعنوان ''قومی یکجہتی کے فروغ میں خواتین کا رول''۔افتتاح: بدست جناب میر عزیز احمد صدر کرناٹک اقلیتی کمیشن بنگلور صدارت جناب وہاب عندلیب۔ مہمان خصوصی محترمہ صبا فاطمہ بانی و نائب صدر تمل ناڈو اردو فاؤنڈیشن چنئی۔مقالہ نگار	دارالسلام کوئنس روڈ ،بنگلور

		: حسنات منصور، ڈاکٹر رفعت النسا بیگم، رافعہ سعادت، صبیحہ زبیر، فاطمہ زہرہ۔ اردو کنڑا مشاعرہ: زیر صدارت بی ٹی للیتا نائک سابق ریاستی وزیر کنڑا اینڈ کلچر۔ شاعرات: ایچ یل پشپا، بی جی رمابائی، یم آر کملا، یس سی پربھاوتی، لتا گتی، ونے وکندہ ساونور، ایچ ین آرتھی، سویتا ناگ بھوشن، کے شریفہ، شائستہ یوسف، فریدہ رحمت اللہ، شفیق پروین، شہوار بیگم شہوار، ریحانہ بانو حنا، رضیہ یاسمین راز، نجیبہ خانم نرگس، حنا روحی، رفعت النسا بیگم، صبا مصطفیٰ۔ نظامت ڈاکٹر حلیمہ فردوس اور کے شریفہ	
28	24رفروری 2003	بین المدارس اردو تحریری، تقریری ونعت گوئی مقابلے۔ مہمانان خصوصی کے یم جعفر، علیم احمد، امان اللہ شریف، سید ناظم، محمد حسین، بی یم صادق، آر عبدالمجید رکن اکادمی۔ کنویز ڈاکٹر پیرزادہ فہیم الدین رکن اکادمی، معاون کنویز انور بیگ	پھول بن کمپوزٹ پی یو کالج، ہاس پیٹ

29	2/مارچ2003	تحریری ، تقریری، کوئز ، قرات، حمد اور نعت گوئی مقابلہ جات برائے طلبہ و طالبات ۔ صدارت: گوہرتری کیروی۔ مہمانان خصوصی: سلیم تمنائی، نعمت اللہ خان، محمد ضیاء اللہ ، سید احمد راحل، ین یم محمد غوث، شاہ مصطفیٰ مزمل اختر سہیل۔ کنو ینر: عبد القادر عارف رکن اکادمی ۔نگران: اصغر علی انسپکٹر آف اسکولس	اردو ہائر پرائمری بوائز اسکول، نیو ٹاؤن، منڈیا
30	2/مارچ2003	بین المدارس و بین الکلیاتی تقریری مقابلے۔ کنو ینر: شوکت علی منیار بلگام	اسلامیہ ہائی اسکول کیمپ، بلگام
31	3/مارچ2003	بین المدارس تحریری ،تقریری و کوئز مقابلے و جلسہ تقسیم انعامات ۔صدارت کے شریفہ رکن اکادمی، مہمانان خصوصی: قاضی عطا اللہ (ڈائٹ) ، قاضی زین العابدین (ڈی ڈی پی آئی)، سید نذیر احمد صدر ضلع وقف کمیٹی داونگرہ، سید عزیز الرحمٰن مشاہد نامہ نگار سالار۔ نظامت: سمیع اللہ خاں رضوی ۔ اظہار تشکر: پی محمد فصیح الدین ہیڈ ماسٹر	ہری ہر ضلع داونگرہ

32	8/مارچ2003	بین المدارس (ضلع کولار)، تحریری، تقریری وأردو کوئز مقابلے۔ مہمانان خصوصی: کے اے نثار احمد سابق وزیر۔ ظہیر عالم، مدیر ہفتہ وار ''ہمارا فیصلہ''۔ کنوینر: کشور کولاری رکن اکادمی۔	
33	8/مارچ2003	توسیعی لکچر باشتراک شعبہ اردو کوئمپو یونیورسٹی شیموگہ۔ پروفیسر عبد الستار دلوی سابق صدر شعبہ اردو ممبئی یونیورسٹی۔ بعنوان ''آزادی کے بعد اردو تحقیق وتنقید''۔ صدارت: جناب وہاب عندلیب۔ مہمان خصوصی پروفیسر کے چدا نندا گوڑا وائس چانسلر کوئمپو یونیورسٹی۔ کنوینز: ڈاکٹر ایس یم عقیل رکن اکادمی	کوئمپو یونیورسٹی، شنکر گٹہ، شیموگہ
34	21/مارچ2003	بین الکلیاتی تحریر وتقریری مقابلے۔ 22/مارچ2003 تقسیم انعامات بدست: نرسا پرنسپل، گنج مرچنٹ اسوسی ایشن کالج، رائچور۔ یف اے کلکرنی اڈیٹر روزنامہ ''رائچور وانی''۔ کنوینز: قدوس ناظم رکن اکادمی۔	سومن رامن گوڑا کالج، برائے اناث، رائچور

35	23/مارچ2003	جلسۂ تقسیم انعامات بضمن بین المدارس و بین الکلیاتی اردو تحریری، تقریری، کوئز اور غزل خوانی مقابلہ جات۔ صدارت محمد یوسف سی سونور معتمد اعزازی انجمن اسلام ہبلی۔ مہمانان خصوصی: شری پرکاش کیاری کٹی میئر کارپوریشن ہبلی دھارواڑ۔ فردوس کنور سابق میئر۔ انور مدھول شریک معتمد انجمن اسلام ہبلی۔ قدیر ناظم صدر شعبہ اردو فارسی کرناٹک یونیورسٹی دھارواڑ۔ کنوینر: ڈاکٹر سہیل نظام رکن اکادمی۔	نہرو کالج لائبریری ہال، ہبلی
36	26/مارچ2003	محمد خلیل مدیر "سائنس کی دنیا" نئی دہلی کا خیر مقدمی جلسہ۔ صدارت ڈاکٹر فہمیدہ بیگم۔ خیر مقدم: خلیل احمد رجسٹرار۔ تقریر: محمد خلیل مدیر سائنس کی دنیا۔ اظہار تشکر: ملنسار اطہر احمد۔	کرناٹک اردو اکادمی، بنگلور

37	28/مارچ 2003	یوم تعلیم، مشاعرہ اور شب غزل۔ افتتاح بذریعہ شمع افروزی :شری بی ایس پھالاکش ڈپٹی کمشنر بلگام۔صدارت وہاب عندلیب۔ مہمانان خصوصی جناب انجم پرویز چیف ایکزیکٹیو آفیسر ضلع پنچایت بلگام۔ شری امر سنگھ پاٹل رکن پارلیمان۔ جناب قاضی ضیاء اللہ ریجنل ڈائرکٹر مولانا آزاد یونیورسٹی بنگلور۔ پروفیسر حمید سہروردی صدر شعبہ اردو جامعہ گلبرگہ۔ مشاعرہ: صدارت: چندر کانت کسنور۔ شریک شعراء۔شریف احمد شریف، محمد ایوب راشد، مشتاق علی گوہر، ڈاکٹر جاوید رفاعی، احمد باشا ساغر، یٰسین راہی، آرزو باگیواڑی، شکیل مظہری، منظور احمد انعامدار، فدا حسین فدا، سہیل نظام، طاہر حسین طاہر، مظہر محی الدین۔ نظامت: صمد خانہ پوری سابق رکن اکادمی۔ کنوینر: پروفیسر شوکت علی منیار۔	کمار گندھروا رنگ مندر، بلگام

		شب غزل: صدارت سی اے ایف نظیر صدر نشین ضلع وقف بورڈ بلگام۔ فنکار: رفیق عالم شیخ، اکبر یوسفی، پاروتی دیوی مالیکو پامٹھ۔ نوٹ: اس موقع پر مقامی بزم اردو کی جانب سے منتخب محبان اردو کو ایوارڈ سے نوازا گیا۔	
38	یکم راپریل 2003	اردو ڈرامہ ''زبان ملی ہے مگر''۔ تحریر: فرحت کمال اور ظفر محی الدین۔ ہدایت کار: ظفر محی الدین۔ باشتراک ''کٹھ پتلیاں''، بنگلور۔ مہمان خصوصی: جناب خلیل مامون۔	رویندرا کلاکشیترا، بنگلور
39	10راپریل 2003	جلسہ رسم اجراء : ''واقعات مملکت بیجاپور'' (حصہ اول و دوم) دکن کی نایاب تاریخ، مصنف محمد بشیر الدین دہلوی بدست: عزت مآب جناب یم یل استاد وزیر وقف و اقلیتی بہبود۔ ''گلستان'' (بچوں کے لیے نظمیں) مصنف ظہیر رانی بنوری۔ بدست پروفیسر خالد عرفان۔ صدارت جناب وہاب عندلیب۔ کنوینر خلیل احمد رجسٹرار۔	دارالسلام، کوئنس روڈ، بنگلور
40	10رمئی 2003	بین الریاستی مزاحیہ مشاعرہ، باشتراک لہرا سوشیل ویلفیر ٹرسٹ چکمگلور رافتتاح بدست:	کوئمپو، کلامندر، چکمگلور

		شری سی یم یس شاستری سابق یم یل اے۔ اور الحاج سید منیر احمد (کافی پلانٹر)۔ خیر مقدم خلیل احمد ۔ صدارت مصطفیٰ علی بیگ (زندہ دلان حیدر آباد)۔ مہمان خصوصی: اشفاق احمد پٹیل صدر وقف کمیٹی چکمگلور۔ شریک شعراء: شاہنواز بانو شاہین، شیخ احمد ناز، سراج شولاپوری، پرویز دھمڑی، شاداب بے دھڑک، محمد یوسف اچھاڑ پچھاڑ، فرید انجم، غنی اکمل آلدوری، رؤف رحیم، عبدالقادر عارف، اعظم اثر، شمشیر کوڑنگلی، عبد القادر فاروقی۔ نظامت: محب کوثر کنویزس۔ حنا روحی (رکن اکادمی)، سی محمد داؤد (معتمد لمرا ٹرسٹ)۔ اظہار تشکر: رگھوتم راؤ دیسائی نوٹ: مشاعرہ سے قبل ایک تہنیتی اجلاس جناب وہاب عندلیب کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں لمرا ٹرسٹ کی جانب سے اردو زبان و ادب کی خدمت کے سلسلے میں اکمل آلدوری، پروفیسر شہاب الدین اور حنا روحی کو اعزاز دیا گیا۔	

41	20رمئی2003	جلسہ تقسیم ایوارڈ۔ زیر صدارت جناب وہاب عندلیب، مہمانان خصوصی: شریمتی رانی ستیش وزیر کنڑا اینڈ کلچر حکومت کرناٹک، جناب رحمٰن خان ایم پی، جناب اقبال احمد سرڈ گی یم پی، پروفیسر مغنی تبسم (حیدر آباد)۔ ایوارڈ یافتگان: حمید سہروردی (نثر)، شکیل مظہری (شاعری)، سید ضیاء اللہ (صحافت)، سید ابو تراب خطائی ضامن (زبان وادب کی مجموعی خدمات)، عبد الرحیم خطیب (تعلیمی خدمات)۔ مطبوعہ کتب پر انعام: یوسف عارفی (آج کے بعد)، ڈاکٹر حلیمہ فردوس (بہر کیف)، ساغر کرناٹکی (لہو شب)، ریحانہ بیگم (آنگن آنگن پھول)، شہاب الدین روشن (شاعر اعظم کوئمپو)، سید قاسم (قطرہ قطرہ دریا)۔ ''اذکار (ا)'' کی رونمائی بدست پروفیسر مغنی تبسم حیدر آباد)۔ نظامت: صلاح الدین کشور/ ملنسار اطہر احمد۔۔	نیناہال، کنڑا بھون، بنگلور

اکادمی کی سرگرمیوں کی تصاویر

برائے

2002-2003

''اردو زبان و ادب کی ترقی و ترویج میں علمائے کرام کا حصہ''، سمینار منعقدہ 18 راگست 2002ء بمقام میسور۔ تصویر میں شہ نشین پر بائیں سے ڈاکٹر عقیل شاہ مدار، جناب خلیل احمد (رجسٹرار)، پروفیسر عبدالاحد، جناب وہاب عندلیب (صدر اکادمی)، حضرت مولانا مفتی اشرف علی صاحب، مولانا سید مصطفیٰ رفاعی جیلانی ندوی اور ڈاکٹر عبدالحمید اکبر دیکھے جاسکتے ہیں۔
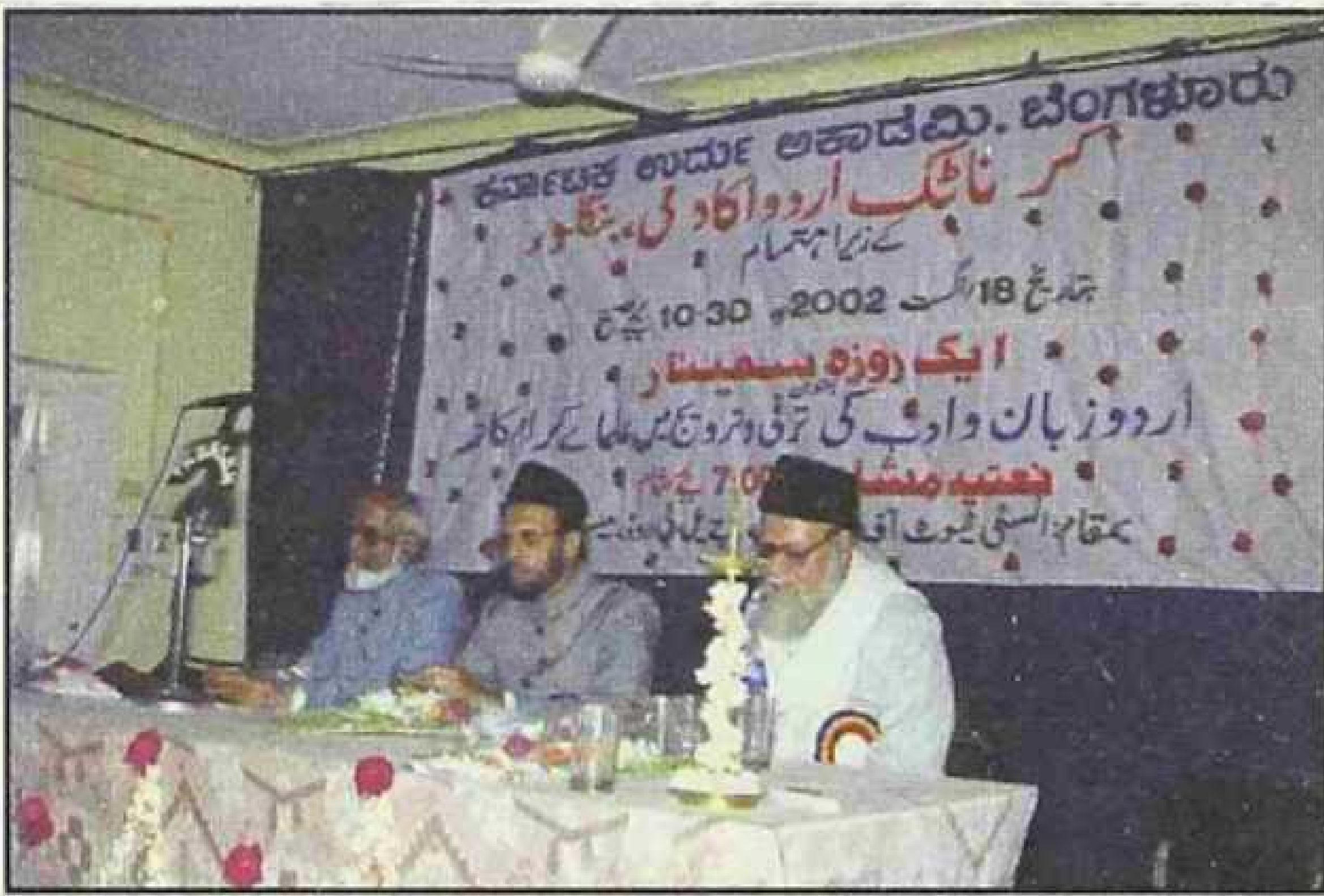
میسور سمینار۔ تصویر میں بائیں سے ڈاکٹر ہاشم علی، پروفیسر عقیل ہاشمی اور مولانا سید قدرت اللہ باقوی۔

آئی آئی یم سی نئی دہلی کے اشتراک سے گلبرگہ میں 7 تا 11 ر اکتوبر 2002 منعقدہ صحافت سمینار و ورکشاپ کے افتتاحی اجلاس میں دائیں سے بائیں جناب وہاب عندلیب، جناب محبّ کوثر، جناب اقبال احمد سرڈگی، جناب ہاشمی نارائن اور جناب خلیل احمد۔

گلبرگہ صحافت سمینار و ورکشاپ کے افتتاحی جلسے سے خطاب کرتے ہوئے جناب کے یم عارف الدین مدیر ''ہمارا عوام'' حیدرآباد۔ شہ نشین پر بائیں سے دائیں جناب محبّ کوثر، جناب خلیل احمد، جناب وہاب عندلیب، حضرت سید شاہ محمد محمد الحسینی سجادہ نشین روضہ بزرگ اور جناب ظہور الحق، سینئر ریسرچ آفیسر آئی آئی یم سی، تشریف فرما ہیں۔

،،تعلیمی اداروں میں اردو شعروادب کی تدریس،،۔سمینار منعقدہ 13/اکتوبر 2002 بمقام بیدر۔تصویر میں مائیک پر جناب قاضی ارشد علی کنوینر سمینار، شہ نشین پر بائیں سے ڈاکٹر پیرزادہ فہیم الدین، جناب اسلم فرشوری، جناب وہاب عندلیب اور جناب لئیق الدین اڈوکیٹ۔

بیدر سمینار۔تصویر میں مائیک پر ڈاکٹر عقیل شاہ مدار، شہ نشین پر پروفیسر محمد انورالدین، جناب توفیق احمد اور جناب اکرام باگ۔

بیدر سمینار۔ تصویر میں مائیک پر ڈاکٹر پیرزادہ فہیم الدین۔ شہ نشین پر جناب خلیل احمد، جناب اسلم فرشوری، جناب وہاب عندلیب، جناب لئیق الدین، جناب عبد الجبار اڈوکیٹ، ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید اور جناب خالد سعید تشریف فرما ہیں۔

جلسہ رسم اجراء 6/نومبر 2002 بمقام بنگلور۔ دو کتابوں ''کید گیا بنا'' (سلیمان خطیب کی کتاب کا کنڑا ترجمہ) اور ''وچنا نجلی'' (اکا مہادیوی کے وچنوں کا اردو ترجمہ) کی رسم رونمائی۔ بائیں سے خلیل احمد، جی یم شرہٹی، وہاب عندلیب، محترمہ رانی ستیش سوم شیکھر، ڈاکٹر شمیم ثریا، ویر بھدرا مپی اور شاد باگل کوٹی۔

''قومی یکجہتی کے فروغ میں خواتین کا رول'' کل ریاستی سمینار منعقدہ 23رفروری 2003 بمقام بنگلور۔ شہ نشین پر محترمہ حسنات منصور، محترمہ صبا فاطمہ، جناب میر عزیز احمد صدر کرناٹک اقلیتی کمیشن بنگلور، جناب وہاب عندلیب، محترمہ رافعہ سعادت، محترمہ صبیحہ زبیر اور جناب خلیل احمد (رجسٹرار)۔

23رفروری 2003 بنگلور۔ اردو کنڑا مشاعرہ۔ تصویر میں شہ نشین پر بائیں سے دائیں محترمہ رما بائی، ایم آر کملا، ریحانہ بانو حنا، ونے وکندہ ساونور، صبا فاطمہ، نجیبہ خانم نرگس، بی ٹی للیتا نائک، شائستہ یوسف اور سویتا ناگ بھوشن۔ مائیک پر رضیہ یاسمین راز کلام سرا ہیں۔

28؍ مارچ 2003 بلگام میں یوم تعلیم، مشاعرہ اور شب غزل۔ تصویر میں بائیں سے پروگرام کے کنوینر پروفیسر شوکت علی منیار، جناب امر سنگھ پاٹل یم پی، جناب خلیل احمد (رجسٹرار)، جناب بی یس پھالاکش آئی اے یس، جناب وہاب عندلیب (صدر اکادمی) جناب انجم پرویز آئی اے یس اور دیگر معززین دیکھے جاسکتے ہیں۔

شب غزل میں محترمہ پاروتی دیوی مالیکو پامٹھ غزل سرا ہیں۔
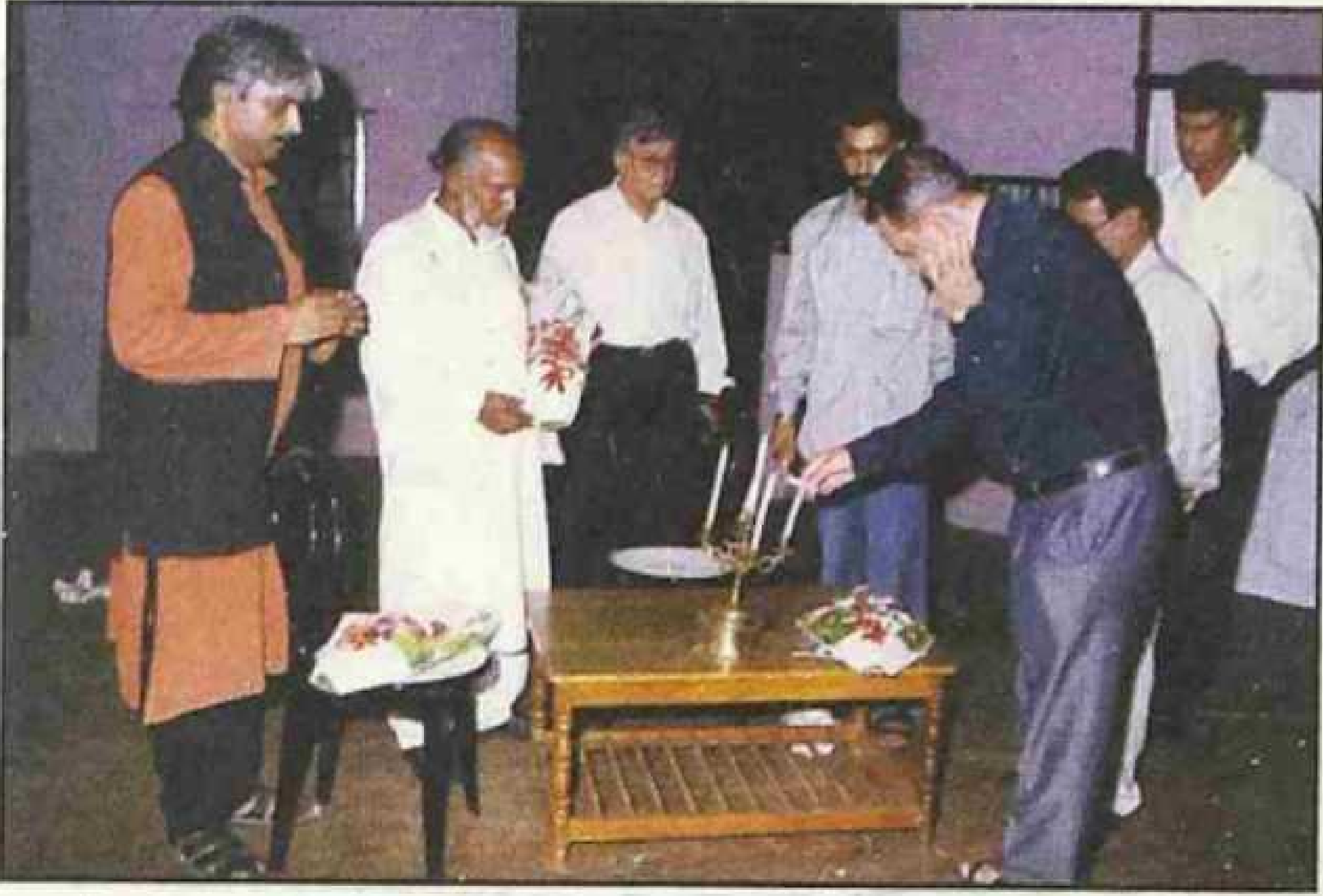
یکم اپریل 2003 بمقام بنگلور، اردو ڈرامہ ''زبان ملی ہے مگر'' کی پیش کش باشتراک کٹھ پتلیاں ۔ تصویر میں مہمانِ خصوصی جناب خلیل مامون آئی پی ایس افتتاح کرتے ہوئے۔ ساتھ میں بائیں سے ڈرامے کے ہدایت کار ظفر محی الدین، ڈرامہ نویس فرحت کمال، خلیل احمد، مجیب الرحمن، وہاب عندلیب اور فہیم الدین۔

جلسہ رسم اجراء منعقدہ 10 اپریل بمقام بنگلور۔ جناب یم یل استاد وزیر برائے اوقاف و اقلیتی بہبود'' واقعات مملکت بیجاپور'' کی رسم اجراء انجام دیتے ہوئے۔ جناب ظہیر الدین رانی بنوری (بیٹھے ہوئے) جن کی شعری کتاب ''گلستان'' (نظمیں برائے اطفال) کا اجراء جناب خالد عرفان نے انجام دیا۔

جلسہ تقسیم ایوارڈ منعقدہ 20رمئی بمقام بنگلور۔ تصویر میں ایوارڈ یافتہ بائیں سے (بیٹھے ہوئے) جناب سید ابو تراب خطائی ضامن، جناب سید ضیا اللہ، جناب عبد الرحیم خطیب، جناب حمید سہروردی، اور جناب شکیل مظہری۔ ایستادہ وہاب عندلیب، محترمہ رانی ستیش، جناب اقبال احمد سرڈگی یم پی، جناب مغنی تبسم اور دیگر۔

20رمئی 2003 بمقام بنگلور۔ اکادمی کے ترجمان ''اذکار'' کے پہلے شمارے کا اجرا۔ تصویر میں بائیں سے دائیں جناب ملنسار اطہر احمد، جناب صلاح الدین کشور، جناب مغنی تبسم، محترمہ رانی ستیش ریاستی وزیر برائے کنڑا اینڈ کلچر، جناب کے رحمٰن خان یم پی، جناب اقبال احمد سرڈگی یم پی اور جناب وہاب عندلیب دیکھے جاسکتے ہیں۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی سرگرمیاں

☆قومی اردو کونسل نئی دلّی کے 12 نئے کمپیوٹر سینٹر

قومی اردو کونسل نے چار سال قبل کمپیوٹر اپلی کیشن اینڈ ملٹی لنگول ڈی ٹی پی میں ایک سالہ ڈپلوما کورس شروع کیا تھا جس کے مراکز ملک گیر سطح پر کھولے گئے۔ یہ مراکز کونسل کے مالی اور تکنیکی تعاون سے رضا کار اداروں اور انجمنوں نے قائم کیے۔ کمپیوٹر مراکز کے قیام کا مقصد اردو داں آبادی کو نئی ٹیکنالوجیکل تبدیلیوں سے ہم آہنگ کرنا، انھیں نئے تعلیمی افق کا حصہ بنانا اور آئی ٹی کے میدان میں میڈیم لیول کے روزگار کی راہیں کھولنا ہے۔ یہ پروگرام ایک طرح سے اردو داں آبادی کے نوجوانوں کو اردو پڑھنے کی ترغیب بھی دیتا ہے۔ کونسل نے گزشتہ چار برسوں میں ملک کی 22 ریاستوں کے 87 ضلعوں میں 125 کمپیوٹر سینٹر قائم کیے۔ جولائی 2003 سے مزید 12 کمپیوٹر اپلی کیشن اینڈ ملٹی لنگول ڈی ٹی پی سینٹر شروع کیے گئے ہیں۔ آٹھویں مرحلے میں دہلی میں 2، جموں وکشمیر میں 4، مہاراشٹر میں 2، اتر پردیش میں 3 اور کرناٹک میں ایک کمپیوٹر سینٹر قائم کیا گیا ہے۔ ان نئے سینٹروں کے قیام کے بعد قومی اردو کونسل کے کمپیوٹر سینٹروں کی کل تعداد 136 ہوگئی ہے۔

☆میڈیا کمیٹی کی میٹنگ

قومی اردو کونسل نے اردو زبان کے فروغ کے لیے جو اقدامات کیے ہیں ان میں اردو تعلیم اور خاص طور پر ابتدائی اور ثانوی سطح پر اردو تعلیم کی معیار بندی اور اردو داں طلبہ کو روزگار کے باوقار مواقع فراہم کرنے کے لیے اردو کو انفارمیشن ٹیکنالوجی سے جوڑنے کے اقدامات

ہیں۔اس سلسلے کی ایک اہم کڑی الیکٹرانک میڈیا ہے۔جس کے ذریعے اردوزبان کی مقبولیت میں اضافہ کیا جاسکتا ہے،اردو میں دلچسپی رکھنے والوں کو اردورسم خط سیکھنے کی تحریک دی جاسکتی ہے۔اس مقصد کے پیش نظر قومی اردو کونسل نے معروف ہدایت کاراورنغمہ نگار جناب گلزار کی صدارت میں میڈیا کمیٹی تشکیل دی ہے۔

میڈیا کمیٹی کی میٹنگ انڈیا انٹرنیشنل سینٹر میں گلزار صاحب کی صدارت میں 7/اپریل 2003 کو منعقد ہوئی جس میں پروفیسر شہریار اور جناب کملیشور نے بطور ممبر اور جناب سلیم عارف، جناب ارن کول، جناب نرمل بھٹاچاریہ، جناب بشارت احمد خاں، ڈاکٹر بی پی سنجے، پروفیسر کے ایم شری واستو اور محترمہ شیبا فہمی نے بطور مہمان خصوصی شرکت کی۔

کمیٹی کا خیال تھا کہ قومی اردو کونسل کو ماس کمیونیکیشن میں ایک ڈپلوما کورس شروع کرنا چاہیے۔جس کے نصاب میں فلم اور ٹیلی ویژن بھی شامل ہوں۔نصاب تیار کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ دیگر اداروں اور یونیورسٹیوں میں جو کورس چل رہے ہیں ان کی تکرار نہ ہوتا کہ اس کورس کے فارغ طلبہ کو پرنٹ، فلم اور ٹیلی ویژن میڈیا وغیرہ میں بآسانی روزگار فراہم ہوسکے۔

کمیٹی نے اردورسم خط کو مقبول عام کرنے کے لیے قومی اردو کونسل کے ذریعے چلائے جانے والے ڈپلوما ان اردو لینگو یج کورس کی ستائش کی اور تدریس زبان کے بدلتے منظر نامے میں کورس کو اَپ گریڈ کرنے کے لیے آڈیو ویژول مواد مہیا کرانے کی ضرورت پر زور دیا۔اس کورس میں پنچ تنتر سے منتخب کہانیوں پر مشتمل گلزار صاحب کی مرتبہ ''کرڑی کتھا'' کا ایک سیٹ آڈیو کیسٹس کے ساتھ شامل کرنے پر اتفاق کیا گیا۔میٹنگ میں اسٹیٹ انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن ٹیکنالوجی (SIET) کی تیار کردہ ایجوکیشنل سی ڈیز (CDs) کو اردو میں ڈب کراکے پورے ملک میں اردو میڈیم طلبہ کو فراہم کرانے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔قومی اردو

کونسل کے کمپیوٹر سنٹروں میں بھی یہ سی ڈیز بہم ہوں گی۔ جناب بشارت احمد خاں کا خیال تھا کہ اردو کو مقبول بنانے کے لیے سی ڈیز کا بھرپور استعمال ہونا چاہیے۔ چیئر مین نے اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے ایسے سی ڈیز اور کیسیٹ تیار کرنے کا مشورہ دیا جنھیں مختلف اصنافِ سخن سے درسی مواد لے کر تیار کیا گیا ہو۔ انھوں نے تلفظ ٹھیک کرنے کے لیے بھی ان سی ڈیز سے کام لینے کا مشورہ دیا۔ پروفیسر شہریار اور جناب کملیشور کا خیال تھا کہ زبان کو خالص بنانے پر زور دینا نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لیے قومی اردو کونسل کو احتیاط سے کام لے کر زبان کو فطری طور سے ارتقا پذیر ہونے دینا چاہیے۔

میٹنگ میں قومی اردو کونسل کی طرف سے دوردرشن پر اردو پروگرام اسپانسر کرنے پر بھی غور کیا گیا۔ کمیٹی کا خیال تھا کہ اردو ادب اور ثقافت سے تعلق رکھنے والے اہم پروگراموں کی ریکارڈنگ کی جائے اور اسے مختلف ٹی وی چینلوں پر دکھانے کا انتظام کیا جائے۔

☆ اصطلاحات برائے لسانیات ریویو کمیٹی کا ورکشاپ

قومی اردو کونسل نے ڈیوڈ کرسٹل کی فرہنگ کے جدید ایڈیشن کی رہنمائی میں اپنی شائع کردہ اصطلاحاتِ لسانیات پر نظرثانی کے لیے جون 2001 میں ایک پینل تشکیل دیا تھا۔ اس کا ورکشاپ 19 تا 21 ر جون کو قومی اردو کونسل کے کمیٹی روم میں منعقد ہوا۔ ورکشاپ کی صدارت پروفیسر اوا ین کول نے کی اور ڈاکٹر سہیل احمد فاروقی (شعبہ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی) اور جناب عبدالرشید (خط و کتابت کورس، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی) نے بطور ممبر شرکت کی۔ اس ورکشاپ میں لسانیات کی تقریباً 5600 اصطلاحات کو آخری شکل دی گئی۔ یہ فرہنگ جلد ہی منظر عام پر آجائے گی۔

KARNATAKA URDU ACADEMY ©

TITLE	:	AZKAR (2)
CHIEF EDITOR	:	WAHAB ANDLEEB
EDITOR	:	MILANSAR ATHER AHMED
ASSISTANT EDITOR	:	SALAHUDDIN KISHWAR
YEAR OF PUBLICATION	:	JULY 2003
PRICE	:	RS. 20
PAGES	:	102
COPIES	:	1000
COMPOSING	:	MD. MATEENUDDIN & MASOOD AHMED
PRINTED AT	:	SPAN PRINTERS, BANGALORE
PUBLISHER	:	KHALEEL AHMED REGISTRAR,

KARNATAKA URDU ACADEMY, J.C.ROAD,BANGALORE-2

4359

AZKAR (2) JULY-2003

KARNATAKA URDU ACADEMY
KANNADA BHAVAN, J.C.ROAD, BANGALORE-2

کرناٹک اردو اکادمی کی مالی اعانت برائے مسودات

2002-2003

آبروئے سخن	(شاعری)	اسد اعجاز
خدا جھوٹ نہ بلوائے	(طنز و مزاح)	عظیم الدین عظیم
کرب آگہی	(شاعری)	فیض قریشی
پرچھائیاں	(افسانے)	مشتاق سعید
منظر دھواں دھواں	(شاعری)	ڈاکٹر وحید انجم
تعلیم۔ احتساب و توازن	(تعلیمی مضامین)	واجد اختر صدیقی

زیر طبع

جاوید نامہ	(منظوم ترجمہ)	سید احمد ایثار
سکون کے لمحوں کی تازگی	(شاعری)	عزیز الدین عزیز بلگامی
کلیات منہاج	(شاعری)	منہاج الدین شوکت مرحوم
مضراب	(شاعری)	انیس ابراہیم
فکر و نظر	(مضامین)	ڈاکٹر جلیل تنویر
اعمال نامے	(خاکے)	الف احمد برق
پیاس	(افسانے)	ڈاکٹر مہ جبین نجم
حرف آبدیدہ	(شاعری)	رزاق افسر